رجسٹرڈ ایل نمبر ۲

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

الحکم

چو دَور خسروی آغاز کردند | مسلماں را مسلماں باز کردند

چگوئم باتو کراًف چہار قادیاں ہنی | دوا ہیچ شفا مینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے صہ (۲) خواص و معاونین سے عہ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) غیر مذاہب والوں سے ہیہ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲/ تک

فہرست مضامین

نمبر ۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۶ء مطابق ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۳ | جلد ۱۰

تازہ الہامات و کشوف

۸۔ فروری ۱۹۰۶ء۔ خواب میں دیکھا گیا تھا کہ ہمارے باغ کے قریب ایک نہر رواں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب باغ جلد چند روز میں پرورش پا جائے گا اور اگر پانی بھی نہ ملے گا تب بھی سرسبز ہو جاویگا میرے نزدیک اسکی تعبیر یہ ہے کہ باغ سے مراد اپنی جماعت ہے اور نہر سے مراد نصرت اور تائید الٰہی ہے جو شاخوں کے رنگ میں ظاہر ہوگی۔

۱۰۔ فروری ۱۹۰۶ء کو دیکھا کہ ایک جماعت کثیر میرے پاس کھڑی ہے۔ ایک حاکم آیا اور اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیوں اس جماعت کو منتشر کیا جاوے میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی مخالف نہیں۔ صرف تعلیم پاتے ہیں پھر اس حاکم نے کہ گویا وہ ایک فرشتہ تھا آسمان کی طرف منہ کر کے ایک دو باتیں کہیں۔ جو سمجھ میں نہیں آئیں۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ السلام علیکم۔ اور چلا گیا

بنگالہ کی نسبت ایک پیشگوئی

۱۱۔ فروری ۱۹۰۶ء۔ الہام ہوا۔ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب انکی دلجوئی ہوگی۔

ایک پوشیدہ خبر شایع ہونے کی پیشگوئی

۱۱۔ فروری ۱۹۰۶ء۔ اول کسی نے کہا۔ کرنسی نوٹ پھر ایک کتاب مجھے دکھائی گویا وہ کرنسی نوٹ تھے۔ اور پھر الہام میری زبان پر جاری ہوا۔

دیکھ میرے دوستو اخبار شایع ہو گیا

(فرمایا اخبار سے مراد خبر ہے۔)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت الحمدللہ اچھی ہے اور حضور کا خاندان بھی اچھی طرح ہے۔ صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب لاہور تشریف لے گئے ہیں۔

۲۔ ہفتہ زیر اشاعت میں کپورتھلہ کریام ضلع جالندھر سڑوعہ ضلع ہوشیارپور اور بعض دیگر مقامات سے احباب حاضر ہوئے۔ لاہور سے ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب بھی آئے ڈاکٹر صاحب کی طبیعت پچھلے چند روز سے اچھی نہ رہی تھی خدا کا شکر ہے کہ اب رو بصحت ہیں۔

۳۔ ۱۴ فروری سے بارش کا سلسلہ کم و بیش شروع تھا مگر ۱۵۔ اور ۱۶ کی شام تک جبکہ میں نوٹ لکھ رہا ہوں بارش ہو رہی ہے فصلوں کی حالت امید ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو اچھی ہو جائے۔ نرخ غلہ میں کسیقدر ارزانی پیدا ہوئی ہے ۱۶ اور ۱۴ تار گندم کا بھاؤ ہو گیا۔

۴۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے سالانہ معائنہ کیلئے بابو جگل کشور صاحب سینئر اسسٹنٹ انسپکٹر صاحب تشریف لائے اور ۱۳۔ اور ۱۴ کو انہوں نے سکول کا معائنہ کیا اور حصہ پرائمری کا بھی امتحان لیا۔ نتائج اچھے ہیں مفصل حالات پھر۔ آج ۱۷ کو مسٹر گاڈرے صاحب انسپکٹر آف سکولز کی آمد ہے جو تعلیم الاسلام سکول کے حصہ مڈل اور ہائی کا معائنہ کریں گے۔ بابو جگل کشور صاحب اپنے زمانہ کی طرز سے خوش خلق اور تجربہ کار ہوئی طبیعت کے آدمی ہیں۔

تعلیم الاسلام سکول کیلئے جدید عمارت کی ضرورت

مدرسہ کی ضروریات جو یوماً فیوماً بڑھ رہی ہیں کارکنان مدرسہ کو مجبور کر چکی ہیں کہ وہ اس کیلئے ایک وسیع قطعہ زمین پر عمارت بنائیں چنانچہ ایک بہت بڑا قطعہ زمین اس مطلب کیلئے پسند کیا گیا ہے عنقریب اسے خرید لیا جاویگا اس قطعہ زمین اور عمارت کے اخراجات پچیس ہزار روپیہ سے کم نظر نہیں آتے اب سوال یہ ہے کہ یہ روپیہ کہاں سے آئیگا؟ اس کا جواب احمدی دیں گے جنہوں محض خدا کے فضل سے آجتک مدرسہ کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے سعی کی ہے اب تک مدرسہ پر قریباً پچاس ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے جسمیں کسی غیر احمدی کا غالباً ایک پیسہ بھی نہیں۔ اسلئے اب اس ضرورت کو احمدی ہی پورا کریں گے اور خدا کے فضل سے کریں گے تاہم سررشتہ تعلیم کے واجب الاحترام اور علم دوست ڈائرکٹر مسٹر بیل صاحب بالقابہ کو توجہ دلانا بے شک ضروری ہے کیونکہ ہر قوم کے مدرسوں اور کالجوں کیلئے بڑی فیاضی سے گورنمنٹ سے مدد دلائی ہے اسلئے اگر اس موقعہ پر اگر وہ احمدی قوم کے سکول کی بلڈنگ کیلئے کوئی خاص مدد دیں تو وہ کئی لاکھ کی قوم کو خصوصاً شکرگزاری کا موقعہ دیں گے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس قوم نے آجتک اپنے مدرسہ کیلئے ایک پائی کی بھی گورنمنٹ اور سررشتہ تعلیم کو تکلیف نہیں دی حالانکہ اسے دوسری وفادار رعایا اور دوسرے سکولوں کیطرح ہر وقت ایسا حق حاصل تھا اور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم حتی الوسع اپنی تعلیمی ضروریات کا بوجھ گورنمنٹ کے سر ڈالنا نہیں چاہتے لیکن ایسے وقت کہ مدرسہ کی عمارت ایک کثیر رقم کو چاہتی ہے میرا ڈائرکٹر صاحب کو ایسے ضروری امر پر توجہ دلانا ہرگز بے موقع اور نامناسب نہیں۔ میں اپنے سکول کی منیجنگ کمیٹی کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس امر کو مناسب سمجھے تو ڈائرکٹر صاحب کو متوجہ کرے میرا خیال ہے کہ ہمارا علم دوست اور انصاف پسند ڈائرکٹر اس امر پر خاص توجہ کر سکیگا مفصل پھر کبھی

سفرنامۂ دہلی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ناظرین ان فقرات کو یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کیونکہ ہم نے یہاں یہ ظاہر کرنا ہے کہ کہاں تک دہلی والوں نے اس چیلنج کو قبول کر کے صفائی و راستبازی سے کام لیا۔ یہاں اسبات کا ذکر بھی خالی از لطف نہ ہوگا کہ بٹالوی شیخ بھی دہلی میں آ پہونچا۔ ہمارے فاضل اجل اور عالم بے بدیل دوست مولوی عبد الکریم صاحب رسالہ الحق کے انٹروڈکشن میں تو شیخ بٹالوی کو روحانی مردہ قرار دے چکے ہیں مگر شاید ان مردوں کیطرح جنکی نسبت بٹالوی اور اس کے دیگر ہم مشربوں کا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت مسیح انہیں زندہ کرتے تھے لیکن تھوڑی دیر زندہ رہکر پھر مر جاتے تھے بٹالوی شیخ بھی پھر تھوڑی دیر کیلئے زندہ ہو گیا مگر کچھ منٹ ہی جیا۔ اور مجنونانہ طور پر کچھ بڑبڑا کر پھر مردوں میں داخل ہو گیا۔ ہمیں افسوس ہے بیچارے شیخ کو جان کندن کا عذاب دو دفعہ جھیلنا پڑا اور اسکی روح غالب کے اس مصرعہ کا ع۔ مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا۔ ورد کرتی ہوئی جسم سے نکلی۔

غرض حضرت اقدس کے ۷۔ اکتوبر کے اشتہار پر میاں صاحب تو دم بخود ہے اور بٹالوی شیخ نے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کا جواب دیا جسمیں اس نے حضرت اقدس کو شکار اور اپنے آپ کو شکاری قرار دیا۔ اسکی اس تعلّی کی نسبت ہم سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ ذرا آپ کا مونہہ تو دیکھا چاہیئے۔

ناظرین نے حضرت اقدس کے فقرات کو تو پڑھ لیا ہے اور اس کے ساتھ حضرت کی دو شرطیں درج تھیں اول یہ کہ امن قایم رکھنے کے تم ذمہ دار ہوگے اور کوئی فریق بیجا اور بد تہذیب کلمہ ایک دوسرے کے حقمیں نہیں کہیگا۔ دوسری بحث تحریری ہوگی اب بٹالوی نے اپنے اشتہار میں اوپر تو دھوکا دینے کیلئے یہ لکھدیا کہ ہمیں مرزا صاحب کی کل شرطیں منظور ہیں لیکن ساتھ ہی شرایط میں ترمیم شروع کر دی چنانچہ امن قایم رکھنے اور خلاف تہذیب کلمات سے زبان کو روک رکھنے کی شرط میں یہ ترمیم کی۔

"اس سے وہ کلمات حقہ اور احکام نفس الامر مستثنیٰ رہینگے جو علم اور دین کے رو سے ایک فریق دوسرے فریق کے حقمیں استعمال کر سکے۔ مثلاً اس کے کسی عقیدہ کو کفر یا بدعت یا ضلالت قرار دے یا اسکی کسی مسئلہ میں مخالفت علوم و اصطلاح علماء کے سبب اس کے مناسب لفظ ناواقفی یا بے علمی وغیرہ کا زبان پر لاوے۔"

ناظرین ذرا غور کیجیئے بٹالوی نے اس ترمیم میں بدزبانی کیلئے گنجایش رکھ لی ہے۔ فرمایئے یہ ایک ترمیم ہے یا شرط ہی توڑ دی گئی ہے اور اس سے بٹالوی کا اندرون بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ مہذب طور پر بحث کر ہی نہیں سکتا اور بدوں کلمات خلاف تہذیب استعمال کرنے کے رہ نہیں سکتا۔ اور چالاکی دیکھیئے کہ اس بدزبانی کا نام کلمات حقہ اور احکام نفس الامر رکھا ہے۔

اب دوسری شرط کو دیکھیئے اسمیں آپنے یہ ترمیم کی کہ "جو تحریری بیان کوئی فریق پیش کرے وہ پہلے حاضرین مجلس کے سامنے پڑہا جاوے۔ حاضرین مجلس اس کو مطابق مدعا سمجھیں تو وہ جواب کیلئے فریق ثانی کو دیا جاوے اور اگر وہ غیر متعلق اور فضول اور خارج از بحث قرار دیں تو اوس کو غیر معتبر سمجھکر واپس کیا جاوے اور صاحب تحریر کو دوسرے بیان تحریری پر مجبور کیا جاوے۔"

ناظرین ذرا غور کرنا بھائیو انصاف کرنا۔ ذرا اس حکمت عملی کو ملاحظہ کرنا کس بھولے مونہہ سے یہ الفاظ نکال دیئے ہیں۔ حاضرین مجلس کون ہیں جو تحریروں کا فیصلہ کرنیوالے ہیں؟ انمیں سے بہت بڑا حصہ تو ان عوام الناس کا ہے جنکی تعریف و توصیف میں پہلا صفحہ خرچ ہوا ہے اور کچھ رؤسا ہیں جنکی تعریف اوپر گذری اور کچھ ملا ہیں جنکا ذکر خیر ہم اوپر کر چکے ہیں یہ لوگ بٹالوی اور مرزا صاحب کی تحریروں کا فیصلہ کرنیوالے ہیں ناظرین ذرا انصاف کرنا اور دیکھنا کہ بٹالوی اور اس کے دیگر ہم مشربوں نے احقاق حق کی کیسی عجیب راہ نکالی ہے اس سے کیوں نہ گھر بیٹھے ہی فتحمندی کا نقارہ بجالیا۔ مگر ہم یہ کیوں کہہ رہے ہیں انہوں نے تو یہی کر دکھایا شاباش

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ تیسری شرط جسپر سارا دار و مدار تھا اس کے متعلق بٹالوی نے یوں درافشانی کی۔

"اور ہرگز مناسب نہیں ہے کہ پہلے اس مسئلہ وفات مسیح میں بحث ہو۔"

اور میاں صاحب کے متعلق یہ لکھا۔

"یہ قرار پایا ہے کہ پہلے یہ خاکسار آپ سے گفتگو کرے پس اگر آپ کو ساکت و لاجواب کر دے تو حضرت شیخنا کو کسی تکلیف کی ضرورت نہ ہے اور اگر خاکسار آپکے خطاب و جواب سے ساکت ہو جائے تو پھر حضرت شیخ الکل سے آپکے استفادہ کی نوبت پہنچے اور یہی امر بحکم عقل و انصاف و ادب مناسب ہے شاگردوں کے ہوتے ایک شیخ و امام وقت کو زیبا نہیں ہے کہ وہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب و مناظر بنا دیں۔"

غرض بہت سے ہذیان کے بعد اور اپنے آپ ہی اسبات کا فیصلہ کر کے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے مرزا صاحب کو منظور رہے اور مرزا صاحب کی رضامندی حاصل کرنیکی ضرورت نہ سمجھکر یہ بھی ساتھ ہی لکھدیا کہ گیارہ اکتوبر کو چاندنی محل میں آ جاؤ۔ اور بحث کر لو

ناظرین۔ آپنے مرزا صاحب کا چیلنج بھی پڑھ لیا ہے۔ اور پھر جسطرح اسے منظور کیا گیا ہے وہ بھی آپنے ملاحظہ فرما لیا ہے۔ اب تم ہی خدا کے واسطے انصاف کرو کہ کیا اسی کا نام سب شرطوں کو منظور کرنا ہے اور کیا وہ جلسہ جائز سمجھا جا سکتا ہے اور کیا امید کیجا سکتی ہے کہ اس جلسہ کا نتیجہ اچھا نکلیگا؟ کیا بتراضی فریقین کوئی امر قرار پا گیا ہے؟ ناظرین یہ وہی گیارہ اکتوبر والا جلسہ ہے جسمیں شامل نہ ہونیکا مرزا صاحب پر الزام لگایا جاتا ہے۔ کیا انصاف جہان سے معدوم ہو گیا ہے؟ دہلی کے ملانو شرم کرو۔ اس کا نام تم نے گریز رکھا ہے؟ کیا مرزا صاحب کے چیلنج کو تم نے صاف طور پر منظور کر لیا تھا؟ کہ اس جلسہ میں آنا ان پر فرض ہوتا؟ افسوس تمہاری ان چالاکیوں پر اور حیف ہے تمہاری ان افترا پردازیوں پر؟ شرم کرو کون اس سے واقف نہیں کہ حضرت اقدس محض اس غرض کیلئے دہلی تشریف لے گئے؟ کون نہیں جانتا کہ محض اسی مدعا کیلئے حضرت اقدس کامل ایک ماہ تک غربت کی تکالیف برداشت کرتے رہے؟ بہرحال اے ملانو تمہیں حضرت اقدس پر گریز کرنیکا الزام لگاتے ہوئے کچھ شرم نہیں آئی؟ تم نے صاف طور پر شرایط کو کب منظور کیا۔ یہی اشتہار ہے جس کے فقرے ہم نے اوپر نقل کئے ہیں جسمیں تم نے حضرت اقدس کو بلایا تھا؟ یہ درست ہے کہ حضرت اقدس نے اشتہار میں لکھدیا تھا کہ ہماری شرایط منظور ہوں تو ہمیں مباحثہ کیلئے بلا لو۔ مگر کیا تم نے بلا کم و کاست شرایط منظور کر لیں؟ اور اگر ترمیمیں کی تھیں تو کیا تم نے حضرت اقدس کی ان ترمیموں کے متعلق جو بجائے خود تمہاری طرف سے شرایط میں رضامندی حاصل کر لی تھی؟ اور سنو ہم تمہارے اشتہار پر ہی اس امر کا فیصلہ نہیں کرتے اس جلسہ کی کیفیت بھی بیان کئے دیتے ہیں ناظرین ذرا غور کریں

گیارہ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ۱۰ بجے قبل دوپہر ہم دہلی میں پہونچے۔ اور اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت کے مکان میں عوام الناس کا اسقدر ہجوم تھا کہ ہمیں بڑی مشکل کے ساتھ حضرت تک پہنچنے اور قدمبوسی حاصل کرنیکا موقعہ ملا۔ حضرت اسوقت ایک رقعہ کا جواب لکھ رہے تھے جو دہلی ملانوں نے اپنے اسی اشتہار کے بموجب یکطرفہ جلسہ کر کے حضرت کو بلانے کیلئے بھیجا تھا۔ جب رقعہ کی نقل ہو چکی تو حضرت نے ہمیں رقعہ دیکر جلسہ میں بھیجا جو کچھ ہم نے وہاں دیکھا اور سنا وہ یہ تھا کہ دروازے کے اندر ایک شخص کو کھڑا کر دیا تھا جو چند کتابیں لئے ہوئے بلند آواز سے پکار رہا تھا۔ "تحفہ وفات مسیح کی تردید میں رسالہ ایک پیسہ کو" گویا ہر ایک شخص کو جو اس جلسہ میں شریک ہونیکو جاتا تھا پہلے اس کے کان میں مرزا صاحب کی مخالفت کی آواز سنائی جاتی تھی جب ہم جلسہ میں گئے تو اسوقت عبد المجید صاحب واعظ رسالہ توضیح مرام ہاتھ میں لئے اس کے فقرات لوگوں کو سنا سنا کر فتوے حاصل کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہو بھائیو جس شخص کے اعتقادات ایسے ہوں اسکے حقمیں تم کیا کہتے ہو؟ جو کچھ لوگ اسکے جواب میں کہتے تھے وہ ظاہر ہی ہے اور سنئے جسوقت رقعہ ہم نے بلند آواز سے پڑھا اور شرایط کی منظوری کی سند طلب کی تو عبد المجید صاحب نے انکار کیا اور وہی اشتہار جس کے فقرے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں پیش کیا اور اسمیں سے یہ لفظ پڑھکر سنا دیا کہ ہمیں سب شرطیں منظور ہیں۔ مگر ان ہی ترمیموں کو چھپائے رکھا۔ ایک عرصہ تک باہم تکرار رہی اس تکرار کے عرصہ میں جلسہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب اسطرف سے دلیل پیش ہوتی تو حاضرین جلسہ استہزا میں اڑا رہے تھے۔ اور جب عبد المجید کیطرف سے جواب دیا جاتا تو مرحبا اور تحسین کے نعرے بلند ہوتے کوئی پولیس کا آدمی اپنی وردی میں وہاں دکھائی نہ دیا۔ ہماری موجودگی کے عرصہ میں صاحب انسپکٹر پولیس بھی وہاں موجود نہ تھے۔ یہ ہمیں انکی زبانی سے معلوم ہوا کہ وہ ہمارے چلے جانے کے بعد گئے تھے اور اپنے طور پر گئے تھے کسی فریق نے باضابطہ طور پر انہیں اطلاع نہیں دی تھی۔ اور جلسہ کے عوام ہم پر طرح طرح کے بہتان لگا رہے تھے۔ غرض یہ اس جلسہ کی کیفیت تھی۔ مباحثہ تو ابھی ہوا ہی نہیں۔ فریق ثانی کا جواب سنا ہی نہیں گیا وہ تشریف لائے ہی نہیں اور دہلی کے ملانوں نے عوام الناس کو اپنے یکطرفہ بیانات سنا کر پہلے سے ہی بھڑکا دیا اور مرزا صاحب کی مخالفت پر انہیں مستعد کر دیا۔ کوئی ثالث بالخیر وہاں موجود نہ تھا۔ ایک ہی پارٹی کے آدمی وہاں موجود تھے اور یہی پبلک تھی جس سے بٹالوی شیخ نے فریقین کی تحریریں پاس کرانے کی ترمیم پیش کی تھی۔

ناظرین ذرا غور کرنا یہ اس جلسہ کی کیفیت تھی۔ کیا اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ دہلی کے ملانوں کی نیت نیک تھی؟

خیر بہت سی رد و قدح کے بعد ہمیں سند دیگئی۔ اس عرصہ میں بارہ بج گئے۔ گویا اسدن بارہ بجے شرائط کا تصفیہ ہوا۔ (باقی آئندہ)

حضرت مولٰنا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم (رضی اللہ عنہ) کی علالت حسن خاتمہ اور اس سے احمدی قوم اور اہل تقویٰ اصحاب کے لئے مفید سبق

(رقم زدہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جماعت پر لطف | مولوی صاحب مرحوم کی علالت کے ایام میں مولوی مبارک علی صاحب کے ایک لڑکے کے سیالکوٹ میں فوت ہو جانیکی خبر آئی۔ اسپر حضور نے بہت افسوس کیا اور فرمایا کہ ہم تو ہر وقت اپنی جماعت کے مخلص احباب کے رنج و راحت میں حصہ لینے کو تیار ہیں۔ اور جیسے کہ ہم مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے دعا میں مصروف ہیں۔ ایسے ہی ہم ہر ایک دوست کیلئے دعا کرنے کو تیار ہیں۔ سب احباب کو اطلاع کر دینی چاہیئے۔ کہ سخت بیماری میں ہمکو اطلاع دیا کریں اور خط سے دیری کا احتمال ہو تو بذریعہ تار اطلاع دیدیا کریں ہم دعا کرینگے خدا قادر ہے وہ اپنے فضل سے دعا کے ذریعہ سے پہاڑ ٹال کر بھی ٹلا سکتا ہے میں نے حضرت اقدس کا یہ پیغام بغرض اندراج اخبار شیخ یعقوب علی صاحب تراب کو پہنچا دیا تہا۔ غالباً انہوں نے درج اخبار کیا ہوگا۔

یہ تو حضرت اقدس کا ارشاد اس خاص موقع پر تہا۔ مگر ہم نے سالہا سال کے تجربہ سے دیکھا ہے۔ کہ حضرت اقدس ہر ایک مخلص مرید سے انکے اخلاص اور محبت کے مقابل پر نہایت درجہ کا لطف اور مہربانی کرتے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ کسی پر کوئی مصیبت آجاوے۔ تو اسقدر اسمیں ہمدردی اور مروت اور خاص توجہ دلی کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ گویا خود اس کے درد اور غم سے حصہ لیتے ہیں۔ اور ان کے لئے اسقدر دعائیں کرتے ہیں کہ بہت کم والدین ہیں۔ جو اپنی اولاد کیلئے اسقدر سوز و گداز رکہتے ہوں۔ جو حضرت اقدس کو اپنے خدام سے ہے۔ بلکہ بارہا حضور نے یہ فرمایا ہے کہ دعا ہو ہی نہیں سکتی جبتک دوستوں کے دکھ اور درد میں اپنے اوپر نہ لے لوں۔ چنانچہ ہم نے یہ خود دیکھا۔ کہ واقعی حضرت اقدس کی وہی حالت ہوتی ہے۔ ایک سچے مونس و غمگسار اور سچے طور پر بنی نوع انسان سے محبت کرنیوالے انسان میں ہونی چاہیئے جیسے کہ انبیاء اور مرسل ہوتے ہیں۔

یہ خدا کا فضل ہے کہ آج ہم اپنے درمیان اس محبت اور خلق محمدی کا نمونہ اس سچے موعود میں دیکھتے ہیں کہ جو خلق خدا کے لئے اپنی جان فدا کرنی اور ان کیلئے سچی ہمدردی کرنی اپنا عین مقصد سمجھتا ہے۔ رسول اللہ کا عشق جسکی جان ہے اور جو اس امت محمدیہ کی بہبودی کیلئے اپنے سینہ میں ایک خاص محبت اور جوش رکہتا ہے اور کیسے ظالم ہیں۔ وہ لوگ جو ایسے دل کو دکھ دیتے ہیں جسکے ہر ایک گوشہ میں خدا اور اس کے رسول کی محبت رچی ہوئی ہے۔

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکہایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گہٹایا ہم نے
تیری منہ ہی کی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

۶۔ دہلی کا سفر | مولوی صاحب مرحوم کی علالت سے کئی روز پہلے حضرت ام المومنین صاحبہ کا ارادہ دہلی جانیکا تہا۔ چنانچہ جسروز میں قادیاں پہونچا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت اقدس دو چار روز کے بعد دہلی تشریف لیجانیوالے ہیں۔ مگر جب مولوی صاحب کی علالت نے طول پکڑ لیا اور مرض روز بروز ترقی کرنے لگی۔ تو حضرت اقدس نے دہلی جانیکا ارادہ بالکل فسخ کر دیا۔ اور حضرت ام المومنین صاحبہ نے بھی رجو ہمیں کا موقعہ پر ہمیں کی قسم کی مدد سے دریغ نہیں فرماتیں اور ہر ایک مخلص مرید کو اپنے بچوں کے برابر سمجہتی ہیں) یہ مناسب نہ سمجہا کہ مولوی صاحب کی علالت کے ایام میں دہلی جاویں۔ اگرچہ ان کو بعض خانگی امور کیوجہ سے جلدی جانا ضروری تہا مگر انہوں نے مولوی صاحب کی تیمار داری کو مقدم سمجہا۔ ایک روز میں نے حضرت اقدس سے پوچہا۔ کہ حضور کا دہلی تشریف لیجانے کے متعلق کیا ارادہ ہے۔ فرمایا مولوی صاحب کی بیماری کیوجہ سے میں نے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا ہے۔ یہ شرط مروت کے خلاف ہے کہ مولوی صاحب کو ایسی بیماری میں چہوڑ کر میں دہلی چلا جاؤں۔

۷۔ خدام کو نصیحت | فرمایا کہ جماعت کا فرض ہے کہ وہ مولوی صاحب کیلئے دعا کریں اور یہ بھی فرمایا تم اپنے بہائی کیلئے دعا کرو اور اسطرح سے اپنے بہائی کی مدد کرو۔

۸۔ خداتعالیٰ پر بہروسہ | حضرت اقدس نے اخیر دم تک مولوی صاحب کیلئے دوا اور دعا سے کام لیا۔ اور ایک لمحہ کیلئے بھی خداتعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے مایوس نہ ہوئے

اگرچہ بعض الہامات صاف موت کیطرف دلالت کرتے ہیں۔ اور بعض خوابوں سے بھی یہی پایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ الہاموں میں مولوی صاحب کا نام نہ تہا (اگرچہ قیاساً انہی کی بیماری کیطرف اشارہ معلوم ہوتا تہا) پہر بھی اپنی نیک فال لینے والی طبیعت سے جبتک کہ خداتعالیٰ کیطرف سے تصریح نہ آئی۔ عمل نہ چاہا کہ ان الہامات کو خود اس عزیز کیطرف منسوب کریں۔ اور اخیر تک خدا کی جناب سے مایوس نہ ہوئے۔ کہ وہ موت میں تاخیر ڈالدے چنانچہ جب کبہی مولوی صاحب کی نازک سے نازک حالت کی ہم نے اطلاع دی۔ یہی فرماتے کہ خدا سے مایوس مت ہو۔ وہ شخص بہت بدقسمت ہے جو اسباب پر بہروسہ کرتا ہے۔ میں تو اسکے فضل پر بہروسہ کرتا ہوں۔

ایک دفعہ علاج کے متعلق ذکر ہو رہا تہا مجھے اور ڈاکٹر رشیدالدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اس ملک کے اکثر ڈاکٹر یورپ کی آواز کے منتظر رہتے ہیں اور اس کے متبع ہوتے ہیں۔ مگر ہم ہر وقت خدا کی آواز کے منتظر رہتے ہیں۔ اور اسی کے اتباع کو اپنے لئے فرض سمجہتے ہیں۔

ایک دن فرمایا مصیبت کے زخم کیلئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں جیسے اللہ تعالیٰ پر بہروسہ کرنا چنانچہ ہم اس بات کو حضرت اقدس کی روزمرہ کی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ جیسے ان کو خداتعالیٰ کی ذات پر بہروسہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ بالخصوص مولوی صاحب کی بیماری میں تو ہم نے خدا کے عجائبات پر ایمان کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ دیکھا یعنی ایک طرف تو مولوی صاحب کیحالت ایسی نازک ہے بظاہر جس کے بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ اور دوسری طرف الہام ہو رہے ہیں کہ جنسے موت ہی کی خبر ملتی ہے۔ مگر پہر بہی خدا کے فضل سے اپنی امید کو نہیں توڑتے اور دعامیں اس درجہ تک کوشش کرتے ہیں کہ گویا اس پیارے اور عزیز کیلئے اپنے آپ کو فنا کر دیا۔ تاکہ اگر کسیطرح سے ممکن ہو تو اللہ تعالیٰ اس خادم دین کی موت میں تاخیر ڈالدے گہر میں تو دن رات دعا میں ہی گذرتا تہا۔ ۲۸ ستمبر کو فرمایا کہ ہم جنگل میں جا کر دعا کریں گے۔ اور سب جماعت کو حکم دیا کہ وہ ایسا کریں اور علیحدہ علیحدہ ہو کر مسجد وغیرہ میں دعائیں مانگیں ممکن ہے کہ خداتعالیٰ کسی کی دعا میں اثر ڈالدے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ خلق جدید پر قادر ہے۔ وہ ایسے اسباب مہیا کر دے۔ جو رفع مرض کیلئے مفید اور معاون ہوں۔ صحت عطا کرنا اس کے اختیار میں ہے۔

اسقدر دعائیں کرنا۔ گویا کہ رات دن دعا میں مصروف رہنا ہر ایک کا کام نہیں۔ سوائے ان لوگوں کے کہ جنکو خاص خدا سے تعلق اور پیار ہوتا ہے ورنہ جس کا دل خدا کے ساتھ نہیں ہوتا اسے دعا کیلئے توفیق ہی نہیں ملتی اور اگر ہاتھ اٹھاتا بھی ہے تو مرے ہوئے دل سے۔ اور پہر شک کر اس سے رہجاتا ہے دعا و نیز کمال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حصہ تہا یا اب ہم اس کے کامل بروز اور مظہر حقیقی امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ جسکو یا درنہ ہو وہ خود یکجہ عرصہ صحبت میں رہکر دیکہ لے اور اگر طلب حق مقصود ہو تو میں خدا کی قسم کہا کر کہتا ہوں۔ کہ ضرور ہے کہ ہر ایک سعید الفطرت اسی نتیجہ پر پہونچے گا۔ جسپر ہم پہنچے ہیں۔ دما علینا الا البلاغ وما توفیقی الا باللہ۔

۹۔ حضرت کا پیغام مولوی صاحب کو | یہ ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے۔ کہ مولوی صاحب پر جب عمل جراحی کیا گیا۔ تو دس روز سے جیسے کہ میں پہلے ذکر کر آیا ہوں حالت نہایت ردی ہو گئی تہی۔ اور بظاہر کوئی بچنے کی امید نہ تہی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب ساٹھ گھنٹے کی بے ہوشی کے بعد حضرت اقدس کی دعا سے پہر مولوی صاحب کو ہوش آگئی۔ اور نبض کی حالت کو جو سخت کمزور اور خطرناک ہوگئی تہی درست ہو گئی۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے نئے سرے جان عنایت فرمائی اس سے اگلے دن مولوی صاحب کی حالت بہت اچھی تہی اور کاربنکل کا تمام بوسیدہ مواد کاٹ کر پہینک دیا گیا مولوی صاحب اور ان کے تمام احباب اور عزیز اس تبدیلی کو دیکہکر خداتعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لائے۔ اس روز جب میں مولوی صاحب کو ٹیکا لگانے کیلئے جانے لگا۔ تو حضرت اقدس حسب معمول مسجد میں تشریف رکہتے تہے اور مولوی صاحب کے متعلق گفتگو فرما رہے تہے مجھے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو خطرناک حالت سے نجات دی ہے اور اس تکلیف دہ عارضہ سے مخلصی بخشی ہے ہم نے ان کے لئے بہت دعا کی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جو شخص خطرناک اور سخت مرض سے نجات پاتا ہے وہ فرشتوں سے جا ملتا ہے۔ آپ میرے مولوی صاحب سے کہنا کہ وہ میرے لئے بھی دعا کریں کہ میرے جو مقاصد ہیں اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کامیاب کرے

(باقی آئندہ)

عہ مثلاً ۱۸ ستمبر ۱۹۰۵ء اذا جاء افواج و سُمع من السماء یعنی آسمان سے فوجیں اُتریں اور ہر اتا ۲۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ستائیس کی عمر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۸ ستمبر ۱۹۰۵ء کفن میں لپیٹا گیا ۹ ستمبر ۱۹۰۵ء انا اسلنا لک انطیش مباحباً۔ موتوں کا تیرہ ۳ خطا نہیں جاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اس سے بہت عرصہ پہلے کا الہام تہا دو شہتیر ٹوٹ گئی۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء ماکان النفس ان تموت الا باذن اللہ۔ نیز ازبدر مورخہ ۶ اپریل ۱۹۰۵ء کوئی دم کیستی ہے ہم سے وہ جہان چہوڑ دیا ہے (حضرت اقدس نے فرمایا) اس سے معلوم ہوا ہے۔ کہ کوئی آدمی ہم سے تعلق دوستی یا دشمنی رکہنے والا اس جہان سے گذر جائیگا۔

۲ مثلاً خواب میں تین بار سورہ فاتحہ پڑہی۔ اور خوابوں کے حصے جنمیں مولوی صاحب کو صحت میں دیکہا۔ اس سے روحانی صحت مراد تہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کاربنکل سے بالکل نجات دیدی۔ بہت عرصہ پہلے یہ بھی دیکہا گیا تہا۔ کہ جس چوبارہ میں مولوی صاحب رہتے ہیں وہ چوبارہ گر گیا۔

سلک مروارید کی عام قبولیت

سلک مروارید کے دوسرے حصہ کی اشاعت کو ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا بلکہ قریباً مہینہ ہی نہیں ہوا لیکن اس عرصہ میں اسکی غیر معمولی قبولیت اور تاثیر نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ اس سلسلہ کو بدستور جاری رکہا جاوے اور وقتاً فوقتاً ایسے رسالے شایع ہوتے رہیں۔ اکثر احباب نے مجھے اس امر پر خصوصیت سے توجہ دلائی ہے کہ میں اس سلسلہ میں کئی رسالے لکھوں۔ بیسیوں خط اس رسالہ کو مفید اور باثر ہونے کے متعلق میرے پاس آئے ہیں۔ میں انہیں سے صرف تین کا خلاصہ یہاں درج کر دینا چاہتا ہوں۔ اور میری غرض ان خطوط کے اندراج سے یہ ہے کہ تاجن لوگوں کو ابھی تک علم نہیں وہ اس رسالہ کو ضرور پڑھیں اور کثرت کے ساتھ اسکو رواج دیں۔ سلک مروارید کے دوسرے حصہ کا پہلا اڈیشن ۱۲۰۰ چھاپا گیا تھا جن میں سے ۶۰۰ جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ جو اگر احباب ہمت بھی توجہ کریں تو اسی فروری میں نکل جاویں۔ پس اگر آخیر فروری تک یہ باقی ماندہ ۶۰۰ جلدوں کی اشاعت ہو گئی تو میں انشاء اللہ اپریل تک سلک مروارید کا تیسرا حصہ شایع کر دونگا جو امید ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس دوسرے حصہ سے بھی زیادہ مفید ہوگا۔ اور جسمیں تربیت اولاد اور امور خانہ داری کے متعلق مضامین خصوصیت سے ہونگے۔ وہ خطوط یہ ہیں۔

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے آپکی کتاب سلک مروارید کو شروع سے لیکر آخیر تک نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ میں آپ کو اس حسن بیان اور خوبی مضمون اور موثر تقریر پر مبارکباد دیتا ہوں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی قبولیت کا شرف بخشیگا۔ اور یہ کتاب بہت سے طالب حق لوگوں کو سیدھے رستہ کی طرف راہ نمائی کریگی۔ مہربانی فرما کر آپ مجھکو اس کتاب کی اور بیس جلدیں بذریعہ وی پی رسال فرما دیں۔ مشکور ہونگا۔ خاکسار یعقوب بیگ از شاہپور

بخدمت اقدس جناب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چار جلد سلک مروارید حصہ دوم پہونچی ہیں۔ حسب ارشاد والا اشاعت میں کوشش کروں گا۔ کمترین نے حصہ دوم کو اول سے آخر تک دیکھا اور سلسلہ کیلئے پہلا حصہ بھی اچھی طرح پڑھا۔ میرے خیال میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کیلئے اور مخالفین پر حجت حق قطع کرنے کیواسطے اس سے زیادہ عمدہ اور دلچسپ طریقہ نظر نہیں آتا کہ لڑکیوں اور عورتوں کی مذاقی سلیس زبان اور سادہ لہجے میں ہوے ہوے طور پر دلائل و براہین عقلیہ و نقلیہ سے وفات مسیح و تعدد ازدواج اور پردہ وغیرہ وغیرہ مسایل پر گفتگو کرکے معترضین کے دم بند کئے جاویں اور باتوں ہی باتوں میں عیسائیوں وغیرہ کی خوب خبر لیجاوے یہ طرز آپ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ قسم کی سجہائی ہے۔ مگر اب سلسلۂ سلک مروارید منقطع ہونے پاوے انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی اشاعت احمدیہ جماعت میں بہت کچھ نتیجہ خیز ہوگی امید ہے گھر و نمیں لڑکیوں کی تعلیم کا رواج تھوڑا بہت ہوتا جاتا ہے اگر اسیقدر روانگی کے بعد یہ کتابیں انکو پڑھائی جاویں تو انکو علاوہ زباندانی کے اعلیٰ اعلیٰ مسایل مذہبیہ سے بھی واقفیت تام پیدا ہو جاویگی میری چھوٹی لڑکی نے جو ابھی پرائمری پاس شدہ ہے ہر دو حصے دو تین دن میں خود بخود نہایت ہی دلچسپی سے پڑھکر کئی ایک عورتوں کو سنائے ہیں۔ میرے ایک دوست جو غیر احمدی ہیں ان دونوں حصوں کو مطالعہ کرکے کہنے لگے۔ کہ پس صاحب آج میرے سارے شکوک اور شبہات جاتے رہے ہیں آپ جو کچھ بھی حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کی بابت یا وفات مسیح اور جہاد اور دجال وغیرہ کی نسبت فرمایا کرتے ہیں مجھے بخوبی سمجھ میں آگیا ہے اور ایسا ذہن نشین ہو گیا ہے کہ اب میں انشاء اللہ تعالیٰ دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہوں اور ہم ردیکر ایک کتاب خرید بھی لی ہے۔ گلاب الدین از رہتاس

کتاب سلک مروارید حصہ دوم ہر دو نسخہ بمع سرافرازنامہ شرف صدور لاکر باعث امتنان ہوئی۔ اور لوگ بھی اس کتاب کو پڑھ سنکر بہوں خوش ہوئے ہونگے امید ہے کہ بہت سے خطوط کتاب کی تعریف کے خدمت عالی میں پہونچے ہونگے مگر میں تو نہایت ہی خوش و خرم ہوا کتاب کو شروع کرکے چھوڑنیکو دل نہیں چاہتا تھا اور جبتک نہیں اول سے آخر تک دیکھ نہیں لیا کل نہیں پڑی پہر مسجد میں جماعت کے پاس لیکر گیا سب سننے کو مشتاق ہوئے مگر مشکل یہ کہ اردو کو وہ لوگ بالکل نہیں سمجھ سکتے تھے پہلے عبارت پڑہنی پہر پنجابی میں ترجمہ سمجھانا شروع کیا عشاء کے پہلے ہی لوگ آموجود ہوتے تھے کبھی دس بھی گیارہ بجکر عشاء کی نماز پڑھی جاتی۔ بڑی دلچسپی سے لوگ سنتے ہیں ابھی دو تین روز کی منزل باقی رہتی ہے۔ الغرض کتاب بہت ہی عجیب ہے۔ جزاکم اللہ خیراً اب تیسرے حصہ کا بہت جلد فکر کرنا چاہیئے۔ اسمٰعیل از ترگڑی

درخواست دعا

۱۔ منشی ظفر حسین صاحب طالب العلم سنٹرل کالج سکول لاہور نے آخری امتحان دیا ہے احباب اسکی کامیابی کیلئے دعا کریں۔ ایسا ہی منشی عبدالحق صاحب کیلئے جنکا مقدمہ سیالکوٹ میں ہو چکا ہے فیصلہ حکم سنانا باقی ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے احباب دعا کریں۔

۲۔ منشی عبدالمجید صاحب مکرمنکس احمدی تھے قضا الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں احباب ضرور جنازہ غایب پڑھیں۔

تحفہ احمدیہ۔ منشی منظور الٰہی صاحب سہارنپوری نے مندرجہ بالا عنوان کے نام سے ایک سلسلہ چھوٹے چھوٹے رسالوں کا شروع کیا ہے جسمیں اسلام اور آریہ سماج اور دوسرے مذاہب کا اصولی تقابلہ وہ کرنا چاہتے ہیں پہلا رسالہ شایع ہو گیا ہے قیمت ار بعض مخلص اور سرگرم احباب کو بھیجا گیا ہے صرف تیسری جلد طبع ہوا ہے جلد منگوالیں سو دفتر الحکم قادیاں سے ملیگا۔

اصلاح معاشرت

ذیل میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک گرامی نامہ درج کیا جاتا ہے جو حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کے نام ہے اس خط کے اندراج کی غرض و غایت خود خط ہی سے معلوم ہو جاویگی۔ مگر اسیقدر حالات اس کے متعلق لکھنے ضروری ہیں کہ حکیم صاحب کی تیسری بیوی جس کا اس خط میں ذکر ہے پچھلے دنوں حکیم صاحب سے ناراض ہو کر حضرت اقدس کے حضور استغاثہ لیکر گئی جس پر آنحضرت نے حکیم صاحب کو حسن اخلاق اور حسن معاشرت کی ہدایت کی اور بیوی مذکور کو حکیم صاحب کی اطاعت و فرمانبرداری کرنیکا حکم دیا جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے مگر پھر کوئی امر پیش آیا جس پر آنحضرت نے حکیم صاحب کو یہ خط لکھا اور اس کے اخبار میں درج کر دینے کا مشورہ دیا۔

تعمیلاً لارشاد عالی اسکو شایع کیا جاتا ہے امید ہے یہ خط بہت سے مردوں اور عورتوں کیلئے مفید ہوگا اور بیہودہ گو اس پر کئی قسم کی نکتہ چینیاں کریں گے یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس خط میں دو ہفتہ کی مہلت کیلئے آپ نے لکھا تھا مگر پھر بنظر ترحم زبانی حکم دیا کہ ایک ماہ کیلئے مہلت دو۔ ایسا ہی خط میں حکم دیا تھا کہ انکے گھر میں سونا بھی چھوڑ دیں مگر پھر آپ نے فرمایا کہ سونا چاہیئے تاکہ اسکی اصلاح کا موقع ملتا رہے۔

ایڈیٹر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے یقیناً معلوم ہو گیا ہے کہ میرم کی ہی زیادتی ہے اور جو کچھ عورتوں کیلئے خدا اور رسول کا حکم ہے کہ خاوندوں کی ادب اور تعظیم اور ہمدردی اور خیر خواہی کریں اب اسمیں باقی نہیں ہے اور میں نے اسکو اس بارے میں بہت سمجھایا تھا مگر افسوس اس نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اسلئے میری رائے تو اس بارہ میں یہ ہے کہ آپ دو ہفتہ تک ایک تحریر کے ساتھ اس کو مہلت دیدیں کہ اگر وہ اس مدت تک سچی توبہ کرکے اپنی تبدیلی کرے تو بہتر ہے ورنہ اسکی اس شوخی اور سرکشی سے سمجھا جائیگا کہ وہ خود طلاق مانگتی ہے تو اس صورت میں تمہارا اختیار ہوگا کہ اس کو طلاق دیدیں اور بہتر ہے کہ یہی مضمون کسی اخبار میں چھپوا دیا جائے کیونکہ اب یہ معاملہ پوشیدہ نہیں رہ سکتا اس سے اس کے دل پر رعب پیدا ہوگا۔ اور یہ بہت قرین مصلحت ہے کہ اس مقرر کردہ مدت میں نہ انکو گھر سے نکالا جائے اور نہ وہاں سونا ہوگا اور یہ بھی شرط لکھ دیں کہ وہ بلا توقف انکی بہائی اور ماں کو رخصت کر دے ورنہ نافرمان متصور ہوگی پہر اسقدر کوشش کے بعد اگر باز نہ آوے تو اسکو طلاق دیدیں تا اسکی شر سے نجات ہو۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد

حضرت مسیح کے خلیفہ دوم کا ایک خط اور اسکا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جناب مرشدنا و مولانا امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ادب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہم تین شخص جماعت احمدیہ مونگ ضلع گجرات کی تین روز سے حاضر حضور ہوئے ہیں۔ ہمارے عرض حال کیواسطے کوئی موقعہ اور وقت ایسا ہاتھ نہیں آیا جو اپنے حالات زبانی حضور میں عرض کئے جاتے۔ اسلئے یہ عریضہ خدمت حضور میں پیش کرتے ہیں۔ اول میں سمی عبداللہ موچی اپنا عرض حال کرتا ہوں کہ مجھکو حضور سے بیعت ہوئے عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال کا گذرا ہے اس عرصہ میں مخالفین نے اکثر تکالیف پہنچائی ہیں۔ اور اب بھی پہنچا رہے ہیں۔ کاروبار دنیوی میں بھی ہر طرح سے روک ڈال رہے ہیں۔ غرضیکہ ہر طرح سے نقصان پہنچانے میں کوشش بلیغ کرتے ہیں۔ بلکہ خاص رشتہ دار بھی میرے دشمن ہو گئے ہیں۔ مجھکو وہاں رہنا بہت مشکل ہو گیا ہے کسی صورت سے مجھکو وہاں گذارہ کرنا نظر نہیں آتا۔ بہر طور وہاں سے مجبور ہو گیا ہوں اور میری طبیعت بھی خود ان لوگوں سے بیزار ہو گئی ہے۔ خود انمیں رہنا نہیں چاہتا۔ مگر مجبور پڑا ہوا ہوں۔ اب میری بات جیسا کچھ حضور مناسب سمجھیں حکم فرما دیں۔ اب مجھکو کیا کرنا چاہیئے۔ جیسا حکم ہو عمل میں لاؤں۔ دوسرا میرا بھائی احمد الدین ہے۔ اسکی بھی ایسی ہی حالت ہے وہ بھی وہاں پر رہنا نہیں چاہتا۔ اور تیسرا امام الدین نامی کشمیری ہے اسکو وہاں پر ہماری جیسی تکلیف تو نہیں ہے۔ مگر دعا کیواسطے وہ بھی عرض کرتا ہے کیونکہ مخالف زیادہ ہیں۔ اور ہم صرف تین شخص احمدی ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے تمام خط پڑھ لیا ہے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ ہجرت نہ کریں۔ بلکہ اپنی صبر اور استقامت اور نرمی اور اخلاق کے ساتھ دشمن کو شرمندہ کریں اور نیک سلوک سے پیش آویں۔ اور شوخی نہ کیساتھ انکے عقائد کی خوبی اور راستی انکے ذہن نشین کریں اور نیک نمونہ انکو دکھلا دیں۔ ممکن ہے کہ وہ ابتدا میں کی خصلت سے باز آجاویں۔ بہر حالت بے صبری نہیں کرنی چاہیئے اور پھر صبر استقامت سے کام لینا چاہیئے۔ اور اپنے دشمنوں کیلئے ہدایت کی بھی دعا کریں۔ کیونکہ ہمیں خدا نے آنکھیں عطا کی ہیں اور وہ لوگ اندھے اور دیوانہ ہیں۔ ممکن ہے کہ آخر کچھ کیلئے حقیقت کو پہچان لیں علاوہ اسکے خدا تعالیٰ نے مجھے ایک بڑے نشان کا وعدہ دیا ہے۔ اور جہانتک میرا خیال ہے وہ ایک سخت زلزلہ ہوگا جو دنیا کے دلوں کو ہلا دیگا۔ اور وہ بہت سخت ہوگا بہتیرے اسکے صدمہ سے دنیا سے گذر جائیں گے۔ اور بہتیرے ایمان پائیں گے۔ مردے زندہ ہونگے۔ اور زندے مریں گے اور ضرور ہے کہ جاہل لوگ اپنی ضد پر قائم رہیں جبتک خدا تعالیٰ کا وہ دن آوے اور ہر ایک دنیا کو زیر و زبر کرے سو اس وقت تک اپنے صبر اور نیک چلنی کا لوگوں کو نمونہ دکھلاؤ اور نیکی کرتا آسمان پر تمہارے لئے اجر ہو۔ اور میں انشاء اللہ تعالیٰ

[illegible]

مفت مفت

سرمۂ نور

۵۰ ہزار پڑیہ بطور نمونہ مفت

نمونہ کی تعداد پانچہزار ہے ـ بڑھا کر دہ ہزار پڑیہ کر دیگئی ہے

وہ سرمہ ہے جو پانچ سال سے برابر ٹکٹ آنے پر روانہ ہوتی ہے مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ دنیا کے قریب قریب ہر حصہ میں اس کے خریدار موجود ہیں سیکڑوں سارٹیفکٹ ہمارے پاس معزز ڈاکٹروں اور حکیموں اور رئیسوں اور عہدہ داروں کے موجود ہیں۔ جنکی شایع کرنے کے واسطے ایک کتاب کا حجم درکار ہے۔ مفید ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا۔ یکم دسمبر سے صرف ۳۱ دسمبر تک تین ہزار پڑیہ نمونہ کی لوگوں نے منگوائی۔ اسپر تجربہ کے بعد ۵۰ فیصدی کی فرمایشات آچکی ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ یہ نسخہ ایک فقیر صاحب کمال کا عطیہ ہے اور انہیں کی اجازت سے اشاعت عام کیگئی ہے۔ آنکھ کا کوئی مرض ایسا نہیں جس پر دس بیس بار تجربہ نہ ہوا ہو۔ ہر مرض میں بیحد مفید ثابت ہوا ہے۔ ابتدائی نزول مار میں اگر کسی سرمہ نے فائدہ حاصل کیا ہے تو اسی سرمہ نے ورنہ قریب قریب تمام ڈاکٹر اور اطبا اس امر پر متفق ہوگئے ہیں کہ نزول ماء کا سوائے قدح کے اور کوئی علاج نہیں۔ جالا۔ پھولا۔ دھند۔ غبار۔ سبل۔ پانی جانا۔ پڑبال۔ خارش۔ موتیابند ابتدائی۔ سرخی ناخنہ وغیرہ کو چند ہی روز کے استعمال سے کھوتا ہے۔ بصارت بڑھاتا ہے عام طور پر اس کے استعمال سے عینک کی حاجت نہیں رہتی اور حالت مرض میں لگائیے تو ازالہ مرض کے لئے اکسیر ہے ایک تولہ سرمہ سال بھر سے زائد کیلئے کافی ہے۔ ہر حصہ ملک میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے تاجروں اور دوا فروشوں اور ڈاکٹروں کو اس طرف متوجہ ہونا چاہئے اور وہ حالات بھیجکر درخواست آنے پر روانہ کیجائیگی دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ آنا ضروری ہے۔ فرمایشات بذریعہ ویلیو پی ایبل منگوانے پر چار نمبر کا اطمینان ہوگا محصول وغیرہ ذمہ خریدار۔ بلحاظ فائدہ عام قیمت سرمہ خاکی فی تولہ عہ۔ سرمہ سیاہ بصری فی تولہ ۱۲ر

کم خرچ بالانشین

دیسی تجارت کو ترقی دینے کیواسطے ہمنے سوتی لنگی ور مشجر اور مختلف الوضع بخوبصورت رنگ کی تیاری کا ہی انتظام کیا ہے جو مستورات کے دوپٹے نہایت عمدہ بغرض اور خوش وضعی میں بیان سے باہر ہیں کاریگروں نے یہ کمال دکھایا ہے کہ بالکل ریشمی معلوم ہوتے ہیں اور پائداری میں تو ریشمی کی کوئی حقیقت ہی نہیں ایکدفعہ منگوا کر ملاحظہ فرمائیے قیمت فی تھان قسم اول طول ۱۲ گز۔ ۷ گرہ۔ عرض ۱۲ گرہ عہ + قیمت فی تھان قسم دوم طول ۱۲ گز ۱۰ گرہ عرض ۱۰ گرہ عہ + جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر کارخانہ سرمہ نور کاکوری ضلع لکھنؤ ہونی چاہیے

المشتہر محمد اعجاز علی مالک کارخانہ سرمہ نور کاکوری

احمدی سپورٹس یا احمدی سامان ورزش

السلام علیکم۔ آپکے احمدی کارخانہ میں ہر قسم کا سامان ورزش اعلیٰ قسم کا تیار ہوتا ہے انگریزی اشیاء بھی موجود ہیں گو پہلے آپ کو معلوم نہیں تھا مگر اب آپ کو کہیں جانے اور تکلیف کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہم ڈنکے کی چوٹ باواز بلند خدا کو حاضر کرکے کہتے ہیں کہ ہم سے ارزاں اور عمدہ مال کہیں سے نہیں ملیگا۔ صفائی معاملہ اور ایمانداری کیواسطے اسی کارخانہ کا نام کافی ہے۔ اور بس۔ ایک دفعہ ضرور آزمائش کیجئے

مختصر فہرست ملاحظہ ہو مفصل فہرست حسب ذیل ہی لسٹ درخواست پر ملسکتی ہے

کرکٹ بیٹ		فٹ بال عشہ کل	سے	دوم درجہ	ہیے	ٹینس سفید لکڑی	عہ
کین سینڈل دو در بڑ عمدہ	؏	، ۵	للعہ	سوم ،	عہ	، پیلا	عہ
کارک ، ایک ربڑ	ملے	، ۳	ہیے	بال درجہ اول فی درجن	عہ	بیڈمنٹن سفید ،	عہ
صرف ایک ربڑ	معہ	ہاکی اسٹکس چمڑہ والی	للعہ	دوم	لعہ	، پیلے	۸ر
درجہ دوم	سے	، ڈوری والی	ہیے	پیکس	ہعہ	شٹل کارک	عہ
، سوم	للعہ	، مادہ اول	عہ	لیگ گارڈ چمڑہ	ہیر	درجہ دوم	عہ
وکٹ مع بیکس	؎	درجہ دوم فیتہ	عہ	زین ،	للعہ	ولن بال فی درجن	للعہ

نوٹ۔ احمدی بھائیوں سے ۳ قیمت یا عہ فیصدی کمیشن غیر احمدی ۱۲ فیصدی کمیشن سوائے کرکٹ بال وغیرہ چیزوں پر ۱/۲ ۱۲ فیصدی کمیشن ہوگا۔ بیرونجات ... وی پی

منیجر ایم خدابخش اینڈ کو احمدی سپورٹس ورکس شہر سیالکوٹ۔

نسخہ تندرستی کا بیمہ

یعنی ڈاکٹر گنیش پرشاد بہارکو کا بنایا ہوا

نمک سلیمانی

جسکو کیمیکل اگزامینر اور کمسٹری آئل اسکول لنڈن کے ممبر اور مشہور ڈاکٹر ڈبلو ارکر پر صاحب ایف۔ سی۔ ایس۔ اے۔ آر۔ ایس۔ ایم نے جانچکر سرٹیفکٹ عطا فرمایا ہے

یہ نمک سلیمانی امراض معدہ مثلاً کمی اشتہا۔ پیٹ کا درد۔ نفخ۔ ترش گھٹی یا جلی ہوئی ڈکاروں کا آنا غذا کا پورے طور سے ہضم نہ ہونا یا اسکی وجہ سے جو بیماریاں مثلاً دست۔ اسہال۔ پیچش۔ سوء ہضمی۔ بواسیر قبض وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ ان سب شکایتوں کو فوراً فائدہ کرتا ہے۔ استسقائی کھانسی۔ یا دمہ دردر وغیرہ کو بھی نہایت جلد رفع کر دیتا ہے چونکہ یہ نمک سلیمانی معدہ کی تمام خرابیوں اور بیماریوں کو دور کرکے اسکی قدرتی گرمی اور قوت کا محافظ رہتا ہے۔ اس لئے حالت تندرستی میں اسکے استعمال سے بھوک بڑھتی ہے اور غذا پورے طور سے ہضم ہوکر معمول سے زیادہ خون صالح پیدا ہوتا ہے۔

ہزاروں میں سے تازہ سرٹیفکٹ

جناب۔ عزیز الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر فیض آباد سے ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۰۵ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپکے نمک سلیمانی کو بہت مفید پایا۔ مہربانی فرماکر ایک شیشی اور بذریعہ ویلیو پی ایبل روانہ فرمائیے۔

جناب حاجی حافظ محمد سلیم اللہ صاحب قاضی امرکوٹ سندھ سے ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۰۵ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ آپکے نمک سلیمانی کا تجربہ بیشتر بندہ نے کیا ہے۔ برائے ہر مرض یہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

جناب مولوی عبد العزیز محمود صاحب اتالیق جناب راجہ صاحب بہادر کیلیجی پور متعلقہ ایجنسی بھوپال تاریخ ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۰۵ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ آپکے اعجاز نما نمک سلیمانی نے عجب اثر دکھایا چند روز کے استعمال سے شکایات معدہ دفع ہوگئیں۔ خداوند کریم آپ کو اجر خیر دے۔ میں اسکی بھی تصدیق کرونگا کہ آپ کا نمک سلیمانی قوت فربہی بدن و ہاضمہ کے لیے بھی اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ مہربانی فرماکر ایک شیشی بہت جلد بذریعہ ویلیو پی ایبل بھیجکر ممنون فرمائیے۔

ملنے کا پتہ۔ کنور نہال سنگھ بہار کو منیجر کارخانہ نمک سلیمانی محلہ گہاگی گھاٹ شہر بنارس

عمدہ مفید دلچسپ اور نصیحت آموز کتابیں

شادی خانہ آبادی۔ ۳ مہینے میں ہزار کتابیں ختم ہوگئیں۔ یہ دوسرا اڈیشن ہے قیمت ۸ر۔ آئینہ خلوت (عورتوں سے کیونکر ایک کمرے میں برتاؤ کیا جائے) ۸ر۔ دوستی ۸ر۔ راستی ۸ر۔ تعصب ۸ر۔ پانی (استعمال کا طریقہ اور اسکی شناخت) ۸ر۔ قرض ۸ر۔ شراب خانہ خراب ۸ر۔ عیاشی (کسطرح بند ہوسکتی ہے) ۸ر۔ نوکری اور اس کا فرض ۸ر۔ ماں باپ کا استاد ۸ر۔ وقت اور محنت ۸ر۔ علاج الطاعون (مفصل حالات ۸ ابواب میں درج ہیں) ۲ر۔ گفتگو (۲۶ طریقوں سے مختلف لوگوں سے بات کرنیکا بیان) ۸ر۔ معلم (نوعمر لڑکوں کیلئے مفید نصیحتیں اور ہر معمولی کام کرنے کا اچھا طریقہ) ۲ر۔ مقدمہ بازی ۸ر۔ خانہ داری ۸ر۔ گلزار حقیقت ۸ر

ملنے کا پتہ { منیجر سلیمانی پریس محلہ گائے گھاٹ شہر بنارس }

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر مالکان کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا

کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر جو آپ نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء کو بعد نماز ظہر و عصر مسجد اقصیٰ میں فرمائی۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۵ء کی صبح کو مہمان خانہ جدید کے بڑے ہال میں احباب کا ایک بڑا جلسہ اس غرض کیلئے منعقد ہوا تھا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی اصلاح کے سوال پر غور کریں اسمیں بہت سے بھائیوں نے مختلف پہلوؤں پر تقریریں کیں۔ جو اگر ممکن اور مناسب ہوا تو خلاصتہً کسیوقت درج کردیجاویگی ورنہ نہیں۔

ان تقریروں کے ضمن میں ایک بھائی نے اپنی تقریر کے ضمن میں کہا کہ جہانتک میں جانتا ہوں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ اور دوسرے مسلمانوں میں صرف اسیقدر فرق ہے کہ وہ مسیح ابن مریم زندہ آسمان پر جانا تسلیم کرتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ وفات پاچکے ہیں اس کے سوا اور کوئی نیا امر ایسا نہیں جو ہمارے اور ان کے درمیان اصولی طور پر قابل نزاع ہو۔ اس سے چونکہ کامل طور پر سلسلہ کی بعثت کی غرض کا پتہ نہ لگ سکتا تھا بلکہ ایک امر مشتبہ اور کمزور معلوم ہوتا تھا اسلئے ضروری امر تھا کہ آپ اسکی اصلاح فرماتے۔ چونکہ اسوقت کافی وقت نہ تھا اسلئے ۲۷ دسمبر کو بعد ظہر و عصر آپ نے مناسب سمجھا کہ اپنی بعثت کی **اصل غرض** پر کچھ تقریر فرمائیں۔ آپکی طبیعت بھی ناساز تھی تاہم محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ ایڈیٹر

فرمایا

افسوس ہے اسوقت میری طبیعت بیمار ہے اور میں کچھ زیادہ بول نہیں سکتا لیکن ایک ضروری امر کیوجہ سے چند کلمے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کل میں نے سنا تھا کہ کسی صاحب نے یہ بیان کیا تھا کہ گویا ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں کے درمیان فرق صرف موت و حیات مسیح علیہ السلام کا ہے ورنہ ایک ہی ہیں اور عملی طور پر ہمارے مخالفوں کا قدم بھی حق پر ہے یعنے نماز روزہ اور دوسرے اعمال مسلمانوں کے ہیں اور وہ سب اعمال بجالاتے ہیں۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بارہ میں ایک غلطی پڑگئی تھی جس کے ازالہ کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ پیدا کیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بات **صحیح نہیں**۔ یہ تو سچ ہے کہ مسلمانوں میں یہ غلطی بہت بری طرح پر پیدا ہوئی ہے لیکن اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ **میرا دنیا میں آنا** صرف اتنی ہی غلطی کے ازالہ کیلئے ہے اور اور کوئی خرابی مسلمانوں میں ایسی نہ تھی جسکی اصلاح کیجاتی بلکہ وہ صراط مستقیم پر ہیں تو یہ خیال غلط ہے۔ میرے نزدیک وفات یا حیات مسیح ایسی بات نہیں کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ اتنا بڑا سلسلہ قایم کرتا اور ایک خاص شخص کو دنیا میں بھیجا جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے طور پر اس کو ظاہر کرتا جس سے اسکی بہت بڑی عظمت پائیجاتی ہے یعنے یہ کہ دنیا میں تاریکی پھیل گئی ہے۔ اور زمین لعنتی ہوگئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی غلطی کچھ آج پیدا نہیں ہوگئی بلکہ یہ غلطی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد پیدا ہوگئی تھی اور خواص اولیاء اللہ صلحا اور اہل اللہ بھی آتے رہے اور لوگ اس غلطی میں گرفتار رہے اگر اس غلطی ہی کا ازالہ مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسوقت ہی کردیتا مگر نہیں ہوا۔ اور یہ غلطی چلی آئی۔ اور ہمارا زمانہ آگیا اسوقت بھی اگر نری اتنی ہی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک سلسلہ پیدا نہ کرتا کیونکہ **وفات مسیح** ایسی بات تو تھی ہی نہیں جو پہلے کسی نے تسلیم نہ کی ہو پہلے سے بھی اکثر خواص جنپر اللہ تعالیٰ نے کھولدیا یہی مانتے چلے آئے مگر بات کچھ اور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قایم کیا۔ یہ سچ ہے کہ **مسیح** کی وفات کی غلطی کو دور کرنا بھی اس سلسلہ کی بہت بڑی غرض تھی لیکن صرف اتنی ہی بات کیلئے خدا تعالیٰ نے مجھکو **کھڑا** نہیں کیا بلکہ بہت سی باتیں ایسی پیدا ہوچکی تھیں اگر انکی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ ایک سلسلہ قایم کرکے کسی کو **مامور** نہ کرتا تو دنیا تباہ ہوجاتی اور **اسلام** کا نام و نشان مٹ جاتا!!

اس لئے اسی مقصد کو دوسرے پیرایہ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہماری بعثت کی غرض کیا ہے؟

وفات عیسیٰ اور حیات اسلام

یہ دونو مقاصد باہم بہت بڑا تعلق رکھتے ہیں اور وفات **مسیح** کا مسئلہ اس زمانہ میں حیات **اسلام** کیلئے ضروری ہوگیا ہے اسلئے کہ حیات مسیح سے جو فتنہ پیدا ہوا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے۔ حیات مسیح کیلئے یہ کہنا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ انکو زندہ آسمان پر اٹھالے جاتا؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکی سے ناواقفی کو ظاہر کرتا ہے۔ ہم تو سب سے زیادہ اس بات پر ایمان لاتے اور یقین کرتے ہیں۔

ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر

اللہ تعالیٰ بیشک ہر بات پر قادر ہے اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بیشک وہ جو کچھ چاہے کرسکتا ہے لیکن وہ ایسے امور سے پاک اور منزہ ہے جو اسکی صفات کاملہ کے خلاف ہوں اور وہ ان باتوں کا دشمن ہے جو اس کے دین کے مخالف ہوں۔ حضرت عیسیٰ کی حیات اوائل میں تو صرف ایک غلطی کا رنگ رکھتی تھی مگر آج یہ غلطی ایک **اژدہا** بن گئی ہے جو اسلام کو نگلنا چاہتی ہے۔ ابتدائی زمانہ میں۔ اس غلطی سے کسی گزند کا اندیشہ نہ تھا اور وہ غلطی ہی کے رنگ میں تھی مگر جب سے عیسائیت کا **خروج** ہوا۔ اور انہوں نے مسیح کی **زندگی** کو انکی خدائی کی ایک بڑی زبردست دلیل قرار دیا تو یہ خطرناک امر ہوگیا۔ انہوں نے بار بار اور بڑے زور سے اس امر کو پیش کیا کہ اگر مسیح خدا نہیں تو وہ **عرش** پر کیسے بیٹھا ہے؟ اور اگر انسان ہوکر کوئی ایسا کرسکتا ہے کہ **زندہ آسمان** پر چلا جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آدم سے لیکر اسوقت تک کوئی بھی آسمان پر نہیں گیا؟ اس قسم کے دلایل پیش کرکے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنانا چاہتے ہیں اور انہوں نے بنایا اور دنیا کے ایک حصہ کو گمراہ کردیا۔ اور بہت سے مسلمان جو تیس لاکھ سے زیادہ بتائے جاتے ہیں اس غلطی کو صحیح عقیدہ تسلیم کرنے کیوجہ سے اس فتنہ کا شکار ہوگئے۔ اب اگر یہ بات صحیح ہوتی اور درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے جاتے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں اور مسلمان اپنی غلطی اور ناواقفی سے انکی تائید کرتے ہیں تو پھر اسلام کیلئے تو

ایک ماتم کا دن ہوتا

کیونکہ اسلام تو دنیا میں اسلئے آیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دنیا کو ایک ایمان اور یقین پیدا ہو اور اسکی توحید پھیلے۔ وہ ایسا مذہب ہے کہ کوئی کمزوری اسمیں پائی نہیں جاتی۔ اور نہیں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو وحدہٗ لاشریک قرار دیتا ہے کسی دوسرے میں خصوصیت تسلیم کیجاوے تو یہ تو اللہ تعالیٰ کی کسر شان ہے اور اسلام اس کو روا نہیں رکھتا مگر عیسائیوں نے مسیح کی اس خصوصیت کو پیش کرکے دنیا کو گمراہ کردیا ہے اور مسلمانوں نے بغیر سوچے سمجھے انکی اس ہاں میں ہاں ملادی۔ اور اس ضرر کی پروا نہ کی جو اس سے اسلام کو پہونچا۔ اس بات سے کبھی دھوکا نہیں کھانا چاہئے جو لوگ کہدیتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھالیجاوے؟ بے شک وہ **قادر** ہے مگر وہ ایسی باتوں کو کبھی روا نہیں رکھتا جو مبدء شرک ہوکر کسی کو شریک الباری ٹھہراتی ہوں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا صریح مبدء شرک ہے۔ پس مسیح علیہ السلام میں یہ خصوصیت تسلیم کرنا کہ وہ تمام انسانوں کے برخلاف ابتک زندہ ہیں اور خواص بشری سے الگ ہیں یہ ایسی خصوصیت ہے جس سے عیسائیوں کو موقع دیا کہ وہ انکی **خدائی** پر اس کو بطور دلیل پیش کریں۔ اگر کوئی عیسائی مسلمانوں پر یہ اعتراض کرے کہ تم ہی بتاؤ کہ ایسی خصوصیت اسوقت کسی اور شخص کو بھی ملی ہے تو اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں ہے اسلئے کہ وہ یقین کرتے ہیں کہ سب انبیاء علیہم السلام مرگئے ہیں مگر مسیح کی موت بقول ان مخالف مسلمانوں کے ثابت نہیں۔ کیونکہ **توفی** کے معنے تو آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کے کرتے ہو۔ اسلئے **فلما توفیتنی** میں بھی یہی معنے کرنے پڑیں گے کہ جب تونے مجھے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ اور کوئی آیت ثابت نہیں کرتی کہ اسکی موت بھی ہوگی پھر بتاؤ کہ ان کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے اور وہ اپنی غلطی کو سمجھیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مسلمان کہلا کر اس عقیدہ کی کمزوری اور شناعت کے کھل جانے پر بھی اس کو نہیں چھوڑتے وہ دشمن اسلام اور اسکیلئے مار **آستین** ہیں۔

یاد رکھو اللہ تعالیٰ بار بار قرآن شریف میں مسیح کی **موت** کا ذکر کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ وہ دوسرے نبیوں اور انسانوں کی طرح وفات پاچکے کوئی امر بھی ایسا نہ تھا جو دوسرے نبیوں اور انسانوں میں نہ ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ **توفی** کے موت ہی معنے ہیں کسی لغت سے یہ ثابت نہیں کہ **توفی** کے معنے کبھی آسمان پر مع جسم اٹھانے کے بھی ہوتے ہیں زبان کی خوبی لغات کی توسیع پر ہے دنیا میں کوئی لغت ایسی نہیں ہے جو صرف ایک کیلئے ہو اور دوسرے کیلئے نہو۔ ہاں خدا تعالیٰ کیلئے یہ خصوصیت ضرور ہے اسلئے کہ وہ وحدہٗ لاشریک خدا ہے۔ لغت کی کوئی کتاب پیش کرو جسمیں **توفی** کے یہ معنے خصوصیت سے حضرت عیسیٰ کیلئے کئے ہوئے ہوں کہ زندہ آسمان پر مع جسم اٹھانا ہے اور سارے جہان کیلئے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس کے معنے موت کے ہوں گے اس قسم کی خصوصیت لغت کی کسی کتاب میں دکھاؤ؟ اور اگر نہ دکھا سکو اور نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ سے ڈرو کہ یہ مبدء شرک ہے اس غلطی ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان عیسائیوں کے مدیون ٹھیرتے ہیں اگر عیسائی یہ کہیں کہ جس حال میں تم مسیح کو زندہ تسلیم کرتے ہو کہ وہ آسمان پر ہے اور پھر اس کا آنا بھی مانتے ہو اور یہ بھی کہ وہ حکم ہوکر آئیگا۔ اب بتاؤ کہ اس کے خدا ہونے میں کیا شبہ رہا جب کہ یہ بھی ثابت نہ ہو کہ اسکی موت ہوگی۔ یہ کیسا بڑا مصیبت کا امر ہو کہ **عیسائی سوال کرے اور اس کا جواب نہو؟**

غرض

اس غلطی کا اثر بد اب یہانتک بڑھ گیا ہے یہ تو سچ ہے کہ دراصل مسیح کی موت کا مسئلہ ایسا عظیم الشان نہ تھا کہ اس کے لئے ایک عظیم الشان مامور کی ضرورت ہوتی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی حالت بہت ہی نازک ہوگئی ہے انہوں نے قرآن کریم پر تدبر چھوڑدیا اور انکی عملی حالت خراب ہوگئی [illegible]

اور وہ قرآن کریم اور اس کے لغات پر توجہ کرتے تو ایسے معنے ہرگز نہ کرتے انہوں نے اسی لئے اپنی طرف سے یہ معنے کرلئے **توفی** کا لفظ کوئی نرالا اور نیا لفظ نہ تھا اس کے معنے تمام لغت عرب میں خواہ وہ کسی نے لکھی ہوں **موت** کے کئے ہیں پھر انہوں نے مع جسم آسمان پر اٹھانے کے معنے آپ ہی کیوں بنا لئے۔ ہمکو افسوس نہ ہوتا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی اس لفظ کے یہی معنے کرلیتے۔ کیونکہ یہی لفظ آپ کیلئے بھی تو قرآن شریف میں آیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے

واما نرینک بعض الذی نعدہم او نتوفینک

اب بتاؤ کہ اگر اس لفظ کے معنے مع جسم آسمان پر اٹھانا ہی ہیں تو کیا ہمارا حق نہیں کہ آپ کے لئے بھی یہی معنے کریں کیا وجہ ہے کہ وہ نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزارہا درجہ کم تر ہے اسکے لئے جب یہ لفظ بولا جاوے تو اس کے من گھڑت معنے کرکے زندہ آسمان پر بیٹھا دیں لیکن جب سید الاولین والآخرین کیلئے یہ لفظ آوے تو اس کے معنے بجز موت کے کچھ نہ کریں حالانکہ آپکی **زندگی** ایسی ثابت ہے کہ کسی اور نبی کی ثابت نہیں اور اس لئے ہم زور اور دعوی سے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ **اگر کوئی نبی زندہ ہے تو وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم** ہی ہیں۔ اکثر اکابر نے **حیات النبی** پر کتابیں لکھی ہیں اور ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایسے زبردست ثبوت موجود ہیں کہ کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات ہے کہ زندہ نبی وہی ہو سکتا ہے۔ جسکے **برکات** اور **فیوض** ہمیشہ کیلئے جاری ہوں۔ اور یہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک کبھی بھی مسلمانوں کو ضائع نہیں کیا۔ ہر **صدی کے** سر پر اس نے کوئی آدمی بھیجدیا۔ جو زمانہ کے مناسب حال اصلاح کرتا رہا یہانتک اس صدی پر اس نے **مجھے بھیجا ہے**

تاکہ میں **حیات النبی** کا ثبوت دوں۔ یہ امر قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کرتا رہا ہے اور کریگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے **انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون**۔ یعنے بیشک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔ **انا لہ لحافظون** کا لفظ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ صدی کے سر پر ایسے آدمی آتے رہیں گے جو گم شدہ متاع کو لائیں اور لوگوں کو یاد دلائیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب پہلی صدی گذر جاتی ہے تو پہلی نسل بھی اٹھ جاتی ہے، اور اس نسل میں جو عالم۔ حافظ قرآن۔ اولیاء اللہ اور ابدال ہوتے ہیں وہ فوت ہو جاتے ہیں اور اسطرح ضرورت ہوتی ہے کہ احیاء ملت کیلئے کوئی شخص پیدا ہو کیونکہ اگر دوسری صدی میں نیا بندوبست اسلام کے تازہ رکھنے کیلئے نہ کرے تو یہ **مذہب مرجاوے** اسلئے وہ ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو مامور کرتا ہے جو اسلام کو مرنے سے بچا لیتا ہے اور اسکو نئی زندگی عطا کرتا ہے اور دنیا کو ان غلطیوں بدعات اور غفلتوں اور سستیوں سے بچا لیتا ہے جو انمیں پیدا ہوتی ہیں۔

یہ خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے اور یہ آپ کی **حیات** کی ایسی زبردست دلیل ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اسطرح پر آپ کے **برکات و فیوض** کا سلسلہ لا انتہا اور غیر منقطع ہے۔ اور ہر زمانہ میں گویا **امت** آپ کا ہی **فیض** پاتی ہے اور آپ ہی سے تعلیم حاصل کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبوب بنتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

پس خدا تعالیٰ کا پیار ظاہر ہے کہ اس امت کو کسی صدی میں خالی نہیں چھوڑتا اور یہی ایک امر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **حیات** پر روشن دلیل ہے۔ بالمقابل حضرت عیسیٰ کی حیات ثابت نہیں انکی زندگی ہی میں ایسا فتنہ برپا ہوا کہ کسی اور نبی کی زندگی میں وہ فتنہ نہیں ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ سے مطالبہ کرنا پڑا کہ

ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین

یعنے کیا تو نے ہی کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنالو۔ جو جماعت حضرت عیسیٰ نے تیار کی وہ ایسی کمزور اور ناقابل اعتبار تھی کہ خود ہی عیسائی بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔ انجیل سے ثابت ہے کہ وہ بارہ شاگرد جو انکی خاص قوت قدسی اور تاثیر کا نمونہ تھے انہیں سے ایک نے جسکا نام **یہودا اسکریوطی** تھا اس نے تیس روپیہ پر اپنے آقا و مرشد کو بیچدیا اور دوسرے نے جو سب سے اول نمبر پہ اور شاگرد رشید کہلاتا تھا اور جس کے ہاتھ میں بہشت کی کنجیاں تھیں یعنے پطرس اس نے سامنے کھڑے ہو کر تین مرتبہ **لعنت** کی جب خود حضرت مسیح کی موجودگی میں انکا اثر اور فیض اسقدر تھا اور اب انیس سو سال گذرنے کے بعد خود اندازہ کرلو کہ کیا باقی رہا ہوگا۔ اس کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت طیار کی تھی وہ ایسی **صادق** اور **وفادار** جماعت تھی کہ انہوں نے آپ کیلئے جانیں دیدیں۔ وطن چھوڑدئے۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑدیا۔ غرض آپ کیلئے کسی چیز کی پروا نہ کی۔

یہ کیسی زبردست تاثیر تھی اس تاثیر کا بھی مخالفوں نے اقرار کیا ہے اور پھر آپ کی تاثیرات کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ ابتک وہ چلی جاتی ہیں قرآن شریف کی تعلیم میں وہی اثر وہی برکات اب بھی موجود ہیں۔ اور پھر تاثیر کا ایک اور بھی نمونہ قابل ذکر ہے کہ انجیل کا کہیں پتہ ہی نہیں لگتا خود عیسائیوں کو اس امر میں مشکلات ہیں کہ اصل انجیل کونسی ہے اور وہ کس زبان میں تھی اور کہاں ہے مگر قرآن شریف کی برابر حفاظت ہوتی چلی آئی ہے ایک لفظ اور نقطہ تک اس کا ادھر ادھر نہیں ہوسکتا۔ اسقدر حفاظت ہوئی ہے کہ ہزاروں لاکھوں حافظ قرآن شریف کے ہر ملک اور ہر قوم میں موجود ہیں جنمیں باہم اتفاق ہے ہمیشہ یاد کرتے اور سناتے ہیں۔

اب بتاؤ کہ کیا یہ آپ کے برکات اور زندہ برکات نہیں ہیں؟ اور کیا ان سے آپکی **حیات** ثابت نہیں ہوتی؟

غرض

کیا قرآن شریف کی حفاظت کے رو سے اور کیا تجدید دین کیلئے ہر صدی پر مجدد کے آنے کی حدیث سے اور کیا آپکی برکات اور تاثیرات سے جو ابتک جاری ہیں آپکی **حیات** ثابت ہوتی ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی **حیات** کے عقیدہ نے دنیا کو کیا فایدہ پہونچایا ہے؟ کیا اخلاقی اور عملی طور پر دنیا کی اصلاح ہوئی ہے یا فساد پیدا ہوا ہے؟ اس امر پر جسقدر غور کریں گے اسیقدر اسکی خرابیاں ظاہر ہوتی چلی جائیں گی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اسلام نے اس عقیدہ سے بہت بڑا ضرر اٹھایا ہے یہانتک کہ ۲۹ کروڑ کے قریب لوگ عیسائی ہوچکے جو سچے خدا کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور عیسائیت نے دنیا کو جو نفع پہنچایا ہے وہ ظاہر امر ہے خود عیسائیوں نے اس امر کو قبول کیا ہے کہ عیسائیت کے ذریعہ بہت سی بداخلاقیاں دنیا میں پھیلی ہیں۔ کیونکہ جب انسان کو تعلیم ملے کہ اسکے گناہ کسی دوسرے کے ذمہ ہوچکے تو وہ گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ اور گناہ نوع انسان کیلئے ایک خطرناک زہر ہے جو عیسائیت نے پھیلائی ہے۔ اس صورت میں اس عقیدہ کا ضرر اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ **حیات مسیح** کے متعلق اسی زمانہ کے لوگوں پر الزام ہے۔ نہیں بعض پہلوں نے بھی غلطی کھائی ہے مگر وہ تو اس غلطی میں بھی ثواب ہی پاتے رہے کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے **قد یخطی و یصیب** کبھی مجتہد غلطی بھی کرتا ہے اور کبھی ثواب مگر دونوں طرح پر اسے ثواب ہوتا ہے اصل بات یہ ہے کہ مشیت ایزدی نے یہی چاہا تھا کہ ان سے یہ معاملہ مخفی رہے پس وہ غفلت میں رہے اور اصحاب کہف کیطرح یہ حقیقت ان پر مخفی رہی۔ جیسا کہ مجھے بھی الہام ہوا تھا۔ ام حسبت

ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبا

اسیطرح مسیح کی حیات کا مسئلہ بھی ایک عجیب ستر ہے باوجودیکہ قرآن شریف کھول کھول کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جو آیت استدلال کے طور پر پڑھی گئی وہ بھی اسی کو ثابت کرتی ہے مگر باوجود اسقدر آشکار ہونے کے خدا تعالیٰ نے اسکو مخفی کرلیا۔ اور آنیوالے موعود کیلئے اسکو مخفی رکھا چنانچہ جب وہ آیا تو **اسنے اس راز کو ظاہر کیا**۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ جب چاہتا ہے کسی بھید کو مخفی کردیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے ظاہر کردیتا ہے۔ اسی طرح اس نے اس بھید کو اپنے **وقت** تک مخفی رکھا۔ مگر اب جبکہ آنیوالا آگیا اور اس کے ہاتھ میں اس سر کی کلید تھی اس نے اسے کھول کر دکھا دیا اب اگر کوئی نہیں مانتا اور ضد کرتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے۔

غرض

وفات مسیح کا مسئلہ اب ایسا مسئلہ ہوگیا ہے کہ اسمیں کسی قسم کا اخفا نہیں رہا بلکہ ہر پہلو سے صاف ہوگیا ہے قرآن شریف سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے احادیث وفات کی تائید کرتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ معراج میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت یحییٰ کے ساتھ دیکھنا۔ اور پھر آیت قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا مسیح کو زندہ آسمان پر جانے سے روکتی ہے۔ کیونکہ جب کفار نے آپ سے آسمان پر چڑھ جانے کا معجزہ مانگا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہی جواب دیا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنے میرا رب اس وعدہ خلافی سے پاک ہے جو ایک مرتبہ تو وہ انسان کیلئے یہ قرار دے کہ وہ اسی زمین میں پیدا ہوا اور یہاں ہی مریگا۔ **فیہا تحیون وفیہا تموتون**۔

میں تو ایک بشر رسول ہوں۔ یعنے وہ بشریت میرے ساتھ موجود ہے جو آسمان پر نہیں جاسکتی۔ اور دراصل کفار کی غرض اس سوال سے یہی تھی چونکہ وہ پہلے یہ سن چکے تھے کہ انسان اس دنیا میں جیتا اور مرتا ہے اسلئے انہوں نے موقع پاکر یہ سوال کیا۔ جسکا جواب ان کو ایسا دیا گیا کہ انکا منصوبہ خاک میں ملگیا۔ پس یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ مسیح وفات پاچکے ہاں یہ ایک معجزانہ نشان ہے کہ انہیں غفلت میں رکھا۔ اور ہوشیار و نکو مست بنا دیا۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جن لوگوں نے یہ **زمانہ** نہیں پایا وہ معذور ہیں۔ انپر کوئی حجت پوری نہیں ہوئی۔ اور اسوقت اپنے اجتہاد سے جو کچھ وہ سمجھے اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے اجر اور ثواب پائیں گے۔

مگر

اب وقت نہیں رہا۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے اس نقاب کو اٹھا دیا اور اس مخفی راز کو ظاہر کردیا ہے۔ اور اس مسئلہ کے برے اور خوفناک اثروں کو تم دیکھ رہے ہو کہ اسلام تنزل کی حالت میں ہے اور عیسائیت کا یہی **ہتھیار حیات مسیح** ہے جسکو لیکر وہ اسلام پر حملہ آور ہورہے ہیں اور مسلمانوں کی ذریت عیسائیوں کا شکار ہورہی ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے ہی مسائل وہ لوگوں کو سنا سنا کر برگشتہ کررہے ہیں اور وہ خصوصیتیں جو نادانی سے مسلمان انکے لئے تجویز کرتے ہیں سکولوں اور کالجوں میں پیش کرکے اسلام سے جدا کررہے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اب مسلمانوں کو متنبہ کیا جاوے

(باقی آئندہ)

مشاہیر اسلام

امام بخاری

صحیح بخاری کو مسلمانوں میں جو عام مقبولیت حاصل ہے اسکا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ صحت کے لحاظ سے کتاب اللہ کے بعد اسکو جگہ دی گئی لیکن افسوس ہے کہ بہت کم لوگ اس کے نامور جامع کے حالات سے واقف ہوں گے۔ اسلئے اس مضمون میں ہم امام موصوف کے حالات جمع کرکے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔ کہ "میں نے ایک مستقل کتاب امام بخاری۔ مسلم اور ابو داؤد کے حالات میں لکھی ہے"۔ لیکن افسوس کہ آج اس کا پتہ نہیں اسلئے مقدمہ فتح الباری۔ کشف الظنون۔ کلمات طیبات شاہ ولی اللہ سے جسقدر حالات معلوم ہو سکے مجبوراً انہیں پر اکتفا کیا۔ بعض باتیں دوسری کتابوں سے بھی لی گئیں لیکن مضمون کا بڑا حصہ انہیں کتابوں کا ممنون ہے۔

نام و نسب اور ابتدائی حالات سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ۔ ان کا اصلی نام محمد۔ اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ بردزبہ فارس کے رہنے والے۔ اور مذہباً مجوسی تھے۔

امام صاحب کے جد امجد مغیرہ پہلے شخص ہیں جو اس خاندان میں مشرف باسلام ہوئے۔ اس زمانہ کا قاعدہ تھا۔ کہ جس شخص کے ہاتھ پر اسلام لاتے تھے۔ اسی کی نسبت سے نومسلم مشہور ہو جاتے تھے۔ مغیرہ چونکہ امیر بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اسلئے جعفی مشہور ہو گئے۔ اور یہ لقب نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا امام صاحب تک پہنچا اس بنا پر امام صاحب جعفی کے لقب سے بھی مشہور ہیں امام صاحب کے دادا ابراہیم کا حال کچھ نہیں معلوم ہوتا لیکن ان کے والد اسمٰعیل چوتھے طبقہ کے معتبر محدثین شمار کئے جاتے ہیں۔ اسمٰعیل کی ثقاہت اور مرتبہ کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ امام مالک اور حماد جیسے محدثین کی انہوں نے شاگردی کی۔ اور ابن مبارک جیسے شیوخ کی صحبت میں مدتوں رہے۔ اہل عراق نے اکثر حدیثیں ان سے روایت کی ہیں خود امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ان کے حالات لکھے ہیں۔ اور اپنے بزرگ والد کے فضل و کمال پر فخر کیا ہے۔

امام صاحب کے نام سے زیادہ انکی وطنیت مشہور ہے۔ اسلئے ہر شخص جانتا ہے کہ ان کا اصلی وطن بخارا ہے۔

بخارا قدیم جغرافیہ میں۔ اقلیم پنجم کے صوبہ ماوراءالنہر کا ایک جلیل القدر شہر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جدید جغرافیہ کی رو سے ایشیائی ترکستان میں واقع ہے۔ اسکی پشت پر سمرقند۔ دہنی طرف تاشقند۔ بائیں طرف۔ صحرائے کراکورم۔ اور سامنے صحرائے قزل خورم ہے۔ دوسری صدی کے اواخر میں (جب بخارا کو امام صاحب کی پیدایش کا شرف حاصل ہوا) خلفائے عباسیہ کے زیر حکومت تھا۔ اور مقامی انتظام کے لئے دربار خلافت کی طرف سے ایک گورنر رہا کرتا تھا۔

شوال کی تیسری تاریخ تھی۔ اور جمعہ کا دن تھا جب ۱۹۴ ہجری میں امام بخاری پیدا ہوئے۔ ابھی کھیل کود کے دن پورے نہیں ہوئے تھے۔ کہ ان کے والد اسمٰعیل یتیمی کا داغ۔ اپنی یادگار چھوڑکر ہمیشہ کے لئے ان سے رخصت ہو گئے۔ انکی والدہ جنکی سرپرستی اور توجہ پر انکی آیندہ ترقی کا دار و مدار تھا۔ ان کو اور ان کے بڑے بھائی احمد کو لیکر بخارا سے مکہ معظمہ چلی آئیں۔ وہیں انہوں نے نشو و نما پائی۔ اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

امام صاحب کی تحصیل کا زمانہ بچپن ہی سے شروع ہوتا ہے۔ ابتدا میں علم فقہ پر توجہ کی۔ اور امام وکیع اور ابن مبارک جیسے اساتذہ فن کی تصنیفات کا مطالعہ کیا۔ پندرہ برس کی عمر میں فقہ کی تعلیم سے فارغ ہو گئے تو اس مقدس فن پر متوجہ ہوئے جسکی پریشان اور نامرتب حالت۔ انکی آیندہ توجہ اور سرپرستی کا انتظار کر رہی تھی۔

اگرچہ اس امر کا تفصیلی حال نہیں معلوم ہوتا کہ امام صاحب نے ابتدا میں کن مشایخ سے فن حدیث کو حاصل کیا۔ لیکن اسقدر مسلم ہے۔ کہ ان کا فضل و کمال۔ اسحٰق بن راہویہ اور علی بن المدینی کے فیضان تعلیم کا زیادہ ممنون ہے۔

ان بزرگوں کے علاوہ۔ اور جن مشایخ کا تاریخوں میں پتہ چلتا ہے ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے شیوخ میں مختلف درجہ اور مختلف طبقے کی جماعتیں شامل تھیں۔ مثلاً

(۱) تبع تابعین۔ جیسے محمد بن عبد اللہ انصاری۔ ابو عاصم النبیل۔

(۲) تابعین کے معاصر۔ مگر کسی ثقہ تابعی سے انہوں نے حدیث کی روایت نہیں کی۔ جیسے آدم ابن ایاس

(۳) تبع تابعین سے جن لوگوں کو اخذ حدیث کا موقع ملا جیسے قتیبہ ابن سعید۔ احمد بن حنبل۔ اسحٰق بن راہویہ[1]

(۴) ہم درس طلبا جیسے محمد بن یحیٰی ذہلی۔ ابو حاتم رازی محمد بن ابراہیم۔

(۵) امام صاحب کے معاصرین جیسے عبد اللہ بن حماد آملی۔ عبد اللہ بن العاص۔

[1] امام مسلم نیشاپوری نے بھی ان لوگوں سے روایت کی ہے۔

امام صاحب کے شوق علم کا یہ حال تھا کہ بغداد و بصرہ خراسان۔ کوفہ۔ خوارزم۔ حجاز اور شام میں اسوقت کوئی محدث ایسا نہ تھا جس سے امام صاحب نے کچھ نہ کچھ اخذ نہ کیا ہو ان کے تمام شیوخ کی مجموعی تعداد ایک ہزار اسی ۱۰۸۰ ہے۔ جس میں پہلے قسم کے محدثین کا حصہ زیادہ ہے۔

امام صاحب فطرتاً نہایت قوی الحافظہ تھے۔ فطرت کی اس فیاضی سے انہوں نے فن حدیث کی تحصیل میں بہت فایدہ اٹھایا استاد سے جو حدیث سنتے۔ فوراً زبانی یاد کر لیتے۔ ابتدا میں کتابت حدیث کے سخت مخالف تھے۔ ان کا قول تھا کہ "کتابت سے انسان کی فطری قابلیت کم ہو جاتی ہے۔ اور محض کتابوں پر اعتماد کرنے کا عادی ہو جاتا ہے" لیکن آگے چلکر جب ضروریات زمانہ متقاضی ہوئے۔ تو اپنی قدیم رائے بدلنی پڑی۔

امام صاحب کی شہرت امام صاحب کے فضل و کمال کی شہرت اس سے پہلے کہ وہ فارغ التحصیل ہوں۔ دور دور تک پہونچ چکی تھی۔ حفظ حدیث میں انکا پایہ اسقدر بلند تھا۔ کہ بڑے بڑے محدثین مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اسلئے انکی تیزی ذہن اور قوت حافظہ کا عام طور پر اعتراف کیا جاتا تھا۔ ان کے زمانے کے وہ علما جن کے گرد و پیش۔ ایک بڑی جماعت تلامذہ کی رہتی تھی۔ اور فضل و کمال کے لحاظ سے خود امام فن ہونے کی حیثیت رکھتے تھے ان کے کسی مجموعہ حدیث کو امام صاحب صحیح تسلیم کرتے۔ تو فخریہ لہجہ میں کہتے۔ کہ "ہماری ان حدیثوں کو محمد بن اسمٰعیل بخاری نے صحیح تسلیم کیا"۔ یعنے ان احادیث کی صحت میں اب کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ جب امام بخاری جیسے نقاد نے صحیح قرار دیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد اس شہرت نے وہ ترقی کی کہ دور دور سے لوگ سمع حدیث کی غرض سے حاضر ہونے لگے۔ ائمہ حدیث درس دیتے ہوئے امام صاحب کو اپنی مسند خاص پر جگہ دیتے۔ اور امام احمد ابن حنبل جیسے بزرگ کہتے۔ کہ خراسان کی سرزمین نے محمد بن اسمٰعیل جیسا کوئی شخص نہیں پیدا کیا۔

یوسف بن موسےٰ نے بصرہ میں امام صاحب کی وسعت علم اور شہرت کا ایک پر اثر منظر دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن کسی شخص کو گلیوں میں پکارتے ہوئے سنا۔ کہ "اے قدر دانان علم! ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل آجکل بصرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جو شخص انکی زیارت کا مشتاق ہو۔ جامع مسجد میں حاضر ہو۔" یہ آواز سنتے ہی میں جامع مسجد میں حاضر ہوا مسجد میں اسوقت بہت سے علما جمع تھے۔ اور ایک ادھیڑ عمر کا شخص ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا معلوم ہوا کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری یہی ہیں۔ نماز سے فارغ ہوکر علما کی طرف متوجہ ہوئے حاضرین نے درخواست کی کہ آج حدیث کے متعلق آپ خطبہ دیں امام صاحب نے منظور فرمایا شہر میں اعلان کر دیا گیا کہ فلاں وقت امام صاحب بیان فرمائیں گے۔ لوگ جوق در جوق مسجد میں جمع ہونے لگے۔ جب حاضرین کی تعداد ایک ہزار تک پہونچ گئی تو امام صاحب کھڑے ہوئے اور یوں بیان کرنا شروع کیا کہ اے علمائے بصرہ آج میں تمہارے سامنے وہ حدیثیں پیش کرونگا جن کے راوی تمہارے شہر بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ مگر تم کو انکی خبر نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جتنی حدیثیں بیان کیں۔ سب کے رواۃ اہل بصرہ تھے۔

امام صاحب کی اس وسعت معلومات اور معرفت حدیث کو دیکھکر اکثر علما کہا کرتے تھے کہ

انما هو آية من آيات الله تمشی علی وجه الارض۔ ما خلق الا للحديث

امام بخاری خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ خدا نے ان کو صرف حدیث ہی کیلئے پیدا کیا۔

تحصیل علم کے لئے مختلف مقامات کا سفر امام صاحب نے تحصیل علم۔ اور زیارت علما کے لئے دور دراز مقامات کے سفر کئے۔ مصر و شام میں استفادہ حدیث کی غرض سے دو بار گئے۔ حجاز میں متواتر چھ سال تک قیام کیا۔ کوفہ و بغداد میں جو علما کا مسکن تھا بار بار آیا کئے۔ بصرہ میں چار بار گئے۔ اور بعض مرتبہ پانچ پانچ برس تک قیام کیا۔ ایام حج میں مکہ معظمہ چلے جاتے۔ اور فراغت کے بعد پھر بصرہ چلے آتے۔ ان تمام سفروں میں نیشاپور کا سفر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

نیشاپور کا سفر نیشاپور اس زمانے میں علم حدیث کا مرکز تھا مسلم بن حجاج صاحب صحیح مسلم اور ان کے استاد امام محمد بن یحیی ذہلی جیسے محدث اسی کے خاک سے اٹھے تھے۔ اور ان کے علم اور فضل نے نیشاپور کو دور دور تک مشہور کر دیا تھا ایسی حالت میں امام صاحب کا نیشاپور جانا اور بڑے بڑے اساتذہ کی موجودگی میں اپنے فضل و کمال کا سکہ بٹھانا ایک غیر معمولی واقعہ تھا امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اور جس جوش سے ان کا خیر مقدم کیا گیا اسکی تصویر خود امام مسلم نے ان مختصر لفظوں میں کھینچی ہے کہ "امام بخاری جب نیشاپور میں تشریف لائے۔ تو اس دھوم دھام سے اس کا استقبال کیا گیا۔ کہ والیان ملک اور سلاطین کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا"

امام صاحب نیشاپور پہونچکر درس و تدریس حدیث میں مشغول ہو گئے۔ علمائے شہر اکثر اوقات حاضر ہوا کرتے اور امام صاحب کی معلومات حدیث سے مستفیض ہوتے۔ خود امام مسلم کا یہ حال تھا۔ کہ امام صاحب کی روزانہ مجلس کبھی ان سے خالی نہوتی تھی ایک دن امام صاحب کی معیت اور تبحر علمی سے اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ بے اختیار پیشانی کا بوسہ لیلیا۔ اور جوش میں آکر کہا کہ دعنی اقبل

رجلیک یا امیر المومنین فی الحدیث

اے ملک حدیث کے بادشاہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں قدم بوسی کا شرف حاصل کروں۔

امام محمد بن یحیی ذہلی اس پایہ کے شخص تھے۔ کہ امام مسلم کے استاد اور نیشاپور کے مسلم محدث تھے۔ انہوں نے اپنے تمام شاگردوں کو حکم دیدیا تھا کہ امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا کریں خود امام صاحب کی شہرت اور فضل و کمال نے اسطرح گرویدہ کرلیا کہ امام ذہلی جیسے بزرگوں کی مجلسیں بے رونق ہوگئیں

ایک دن امام ذہلی نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ میں کل محمد بن اسمٰعیل بخاری کی ملاقات کو جاؤں گا جس شخص کا جی چاہے میرے ساتھ چلے۔ ساتھ ہی امام ذہلی کو یہ خیال ہوا کہ امام بخاری کی بدولت میری درس گاہ میں جو بے رونقی چھا گئی ہے۔ اس کا اثر میرے طلبا پر بھی پڑا ہے۔ اسلئے میرے ساتھیوں میں سے کوئی طالب علم ایسی بات نہ پوچھ بیٹھے۔ جسکی بدولت مجھ میں اور محمد بن اسمٰعیل میں رنجش ہوجائے۔ اور غیر اقوام کو اہل سنت کے اختلاف پر ہنسی اڑانے کا موقع ہاتھ آجائے۔ اسلئے اپنے ہمراہیوں کو تاکید کردی کہ امام بخاری سے اختلافی مسایل کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جاوے

دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام صاحب کے یہاں پہونچے۔ اتفاقاً وہی صورت پیش آگئی۔ جس کا انہیں خوف تھا ایک شخص نے اٹھکر امام صاحب سے سوال کیا کہ یا ابا عبداللہ قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں کیا وہ مخلوق ہیں؟ اس کے اصلی الفاظ یہ تھے

لفظی بالقرآن مخلوق؟

امام صاحب ساکت رہے۔ پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا امام صاحب نے مجبور ہوکر جواب دیا کہ

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق۔ ولفظی بالقرآن الفاظنا۔ والفاظنا من افعالنا۔ وافعالنا مخلوقۃ۔

قرآن کلام الہی اور غیر مخلوق ہے۔ اور جو الفاظ ہماری باتوں سے نکلتے ہیں وہ ہمارے الفاظ ہیں اور ہمارے الفاظ ہماری زبان کی ایک حرکت ہے اسلئے ہمارا ایک فعل ہے اور ہمارے افعال مخلوق ہیں۔"

امام صاحب نے ان مختصر لفظوں میں درحقیقت اس بحث کا فیصلہ کردیا تھا ظاہر ہے کہ اگر قرآن کا مفہوم نفس کلام ہے۔ تو کلام خدا کی ایک صفت ہے اور خدا کی صفت کیونکر مخلوق ہوسکتی ہے۔ ہاں اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادث زبانوں سے نکلتے ہیں۔ تو چونکہ وہ مخلوق کا ایک فعل ہے۔ لہذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں۔

لیکن اس دقیق جواب کو عوام نہ سمجھ سکے۔ اسلیئے اس واقعہ کو اسقدر بڑھایا۔ اور شہرت دی۔ کہ امام صاحب کی عام ہر دلعزیزی میں فرق آگیا۔ مگر جو لوگ دقیقہ رس اور نقطہ سنج تھے وہ اس جواب کی تہ کو پہونچ گئے۔ اور پیشتر سے زیادہ وقعت کرنے لگے انہیں لوگوں میں ایک شخص امام مسلم بھی تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ امام ذہلی بھی اس جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہوگئے اور انہوں نے اپنی مجلس میں منادی کرادی کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قایل ہو وہ ہماری مجلس میں شریک نہ ہو تو سخت برآشفتہ ہوئے اور وہ تمام نوشتے اونٹ پر لدوا کر واپس کردیئے جنمیں امام ذہلی کی تقریریں قلمبند کی تھیں۔

جب یہ اختلاف ایک نازک حد تک پہونچ گیا تو امام صاحب نے نیشاپور کو خیرباد کہا اور اپنے وطن مالوف بخارا کو روانہ ہوئے۔ اہل بخارا کو جب اطلاع ہوئی کہ ان کا ہموطن کمال اور شہرت کے خلعت سے آراستہ ہوکر پھر اپنے وطن کیطرف آرہا ہے تو جوش مسرت میں استقبال کیلئے بڑھے شہر سے دو کوس کے فاصلہ پر امرائے شہر نے خیر مقدم کیا اور درہم و دینار نثار کرتے ہوئے شہر میں لائے

اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا جب بے باپ کا ایک یتیم بچہ حسرت و یاس کی گود میں بخارا سے نکلا تھا اور ایک یہ زمانہ ہے۔ جب وہی یتیم بچہ امام حدیث ہوکر امرائے شہر کے غول میں خراماں خراماں اپنی بخارا میں داخل ہورہا ہے!

جلا وطنی اور انتقال

بخارا میں امام صاحب نے ایک مدت تک آرام و راحت سے زندگی بسر کی۔ لیکن آخر میں اپنی غیور اور خود دار طبیعت کی بدولت مصیبت میں مبتلا ہوگئے۔ شاہ بخارا نے حکم دیا کہ بخارا سے فوراً نکل جائیں۔ امام صاحب کے بعض رشتہ دار سمرقند کے ایک چھوٹے سے قریہ خرتنگ میں رہتے تھے۔ امام صاحب بخارا سے نکل کر وہیں چلے آئے اور آخر عمر تک وہیں رہے۔ جلا وطنی کا انہیں سخت افسوس تھا۔ رنج و غم میں بے اختیارانہ زبان سے نکل جاتا کہ الہی! باوجود وسعت کے زمین میرے لئے تنگ ہوگئی ہے۔ اسلئے اب مجھکو اٹھالے۔

عجیب اتفاق ہے کہ یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ تھوڑے ہی دنوں میں خدا نے دنیا سے اٹھالیا۔ ۲۵۶ھ ہجری میں شب کو نماز عشا کے بعد انتقال ہوا۔ شوال کے مہینہ میں تیسری تاریخ کو پیدا ہوئے اور شوال ہی کی دسویں کو وفات پائی ۱۹۴ھ ہجری سال پیدایش اور ۲۵۶ھ ہجری سال وفات ہے اس حساب سے تیرہ دن کم باسٹھ برس کی عمر پائی

دوسرے دن جب یہ خبر مشہور ہوئی تو سمرقند میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اس دہوم دہام سے جنازہ اٹھایا گیا کہ سارا سمرقند مشایعت میں ساتھ ساتھ تھا۔ اور بڑے بڑے علما اور امرا چشم پرنم نماز میں شریک تھے۔ نماز ظہر کے بعد جنازہ دفن کیا گیا اور آسمان حدیث کا یہ منور آفتاب سرزمین سمرقند میں ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔

ایک شاعر نے دلچسپ اختصار کے ساتھ امام صاحب کا سال ولادت سال وفات اور تعداد سن عمر کو ذیل کے دو شعروں میں یوں نظم کیا ہے۔

کان البخاری حافظاً ومحدثاً
جمع الصحیح مکمل التحریر
میلادہ صدق ومدۃ عمرہ
فیہا حمید وانقضی فی نور

امام صاحب کا حلیہ یہ تھا۔ جسم دبلا۔ پتلا۔ قد میانہ رنگ گندمی۔

عام اخلاق و عادات۔ وجہ معاش تلامذہ اور تصنیفات

امام صاحب کی مقدس زندگی میں بعض ایسی شایستہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جن سے بڑے بڑے نامور لوگوں کا اخلاقی دامن خالی ہے۔ انکی طبیعت سخت درجہ غیور خود دار اور بے تکلف تھی۔ ان کے واقعات زندگی کے آخری حصہ میں تم پڑھ آئے ہو کہ امیر بخارا نے جلا وطن کردیا تھا۔ مگر کس لئے؟ صرف اسلئے۔ کہ انہوں نے علم کی عظمت کے آگے ایک دنیا دار کی عزت کا لحاظ نہیں کیا۔ امیر بخارا کی خواہش تھی کہ امام صاحب اس کے دربار میں حاضر ہوکر صحیح بخاری اور تاریخ کبیر سنائیں۔ امام صاحب نے اس خواہش کو رد کردیا کہ میں علم کو ذلیل کرنا نہیں چاہتا کہ سلاطین کے آستانہ پر لیجا کر پیش کش کروں اگر امیر کو سچا شوق ہے تو میری مجلس میں آکر شریک ہو! امیر بخارا کی درخواست تھی کہ وہ قصر شاہی میں آکر شہزادوں کو تعلیم دیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ امیر کے لڑکوں کو کوئی خصوصیت نہیں دیسکتا۔ میری مجلس عام ہے۔ جس کا جی چاہے آکر شریک ہو۔ امیر بخارا کو یہ استغنا ناگوار گذرا حکم دیدیا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ امام صاحب نے اپنے وطن سے نکلنا منظور کرلیا۔ مگر علم کی ذلت گوارا نہ کی۔ خود داری کا خیال اس درجہ تھا کہ خود ان کا قول ہے "میں نے اپنے استاد علی بن مدینی کے سوا اور کسی کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا نہ سمجھا!"

امام صاحب نے عمر بھر کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی کہ عام علما کی طرح امیر یا بادشاہ کی فیاضی سے فایدہ اٹھائیں کئی مرتبہ اس قسم کے موقع ہاتھ آئے۔ مگر انہوں نے وظیفہ قبول نہیں کیا

اپنے پدر بزرگوار کی میراث میں جو کچھ ملا اس پر آخری عمر تک قناعت کی۔ اس زمانہ میں تجارت کی اس خاص صورت کو کہ ایک شخص اپنا روپیہ صرف کرے اور دوسرا اپنی محنت۔ اور مشترکہ تجارت کیجاوے۔ مضاربت کہتے تھے۔ امام صاحب اسی طریقہ کی تجارت میں اپنے روپے لگا دیتے اور اسی کی قلیل آمدنی سے ضروریات زندگی پوری کرتے۔ بہت کم لوگ ہونگے جنکو زندگی میں ایسی بے انتہا شہرت نصیب ہوئی ہوگی۔ جسکو خود انکی آنکھوں نے دیکھا تھا۔ باوجود اس کے انہیں معمولی سے معمولی شخص سے بھی کسی نامعلوم امر کو دریافت کرنیمیں عار نہیں آتا تھا۔ انکے اساتذہ کی طول طویل فہرست میں بعض ان لوگوں کے نام نظر آتے ہیں جو انکے ہم عمر یا ہم سبق تھے۔ امام صاحب کا ایک بے نظیر وصف انکی بے تعصبی ہے۔ جب ہم انکے مجموعہ احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سی حدیثیں ایسی پاتے ہیں جنکے راوی مذہب اہل سنت کے خلاف تھے۔ امام صاحب نے ان سے روایت کرنیمیں کچھ تامل نہیں کیا۔ اگرچہ خود انکے مذہب کے اختلاف رکھتے تھے۔

امام صاحب کو جسمانی ورزش کا بہت شوق تھا۔ سواری اور تیر اندازی میں اس درجہ مہارت تھی کہ انکا نشانہ بہت کم غلط ہوتا تھا۔ امام صاحب کوئی دنیا دار آدمی نہیں تھے۔ انکی زندگی بالکل سیدھی سادی اور خالص علمی زندگی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی صفائی کا اسدرجہ خیال رہتا تھا کہ فرش پر ایک تنکے کا پڑا رہنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اثنائے درس میں ایک شخص نے اپنی داڑھی سے ایک تنکا نکال کر فرش پر ڈالدیا۔ امام صاحب کی جب نظر پڑی تو چپکے سے اٹھے اور تنکے کو اٹھا کر باہر صحن میں ڈالدیا۔ امام صاحب کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ اسلامی دنیا کے ہر حصہ سے طلبا کی جماعتیں جوق جوق آکر شریک ہوتی۔ اور بڑے بڑے پایہ کے اشخاص حلقہ تلامیذ میں شامل ہوتے۔ انکی مجلس درس کبھی مسجد میں اور کبھی انکے خاص مکان پر منعقد ہوتی تھی ان کے شاگردوں میں حافظ ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی[1] ابو عبدالرحمن نسائی۔ مسلم[2] بن حجاج جیسے جید محدث نظر آتے تھے۔ جو حدیث کے ارکان ستہ کے تین جلیل القدر رکن ہیں۔ ابن خزیمہ محمد بن نصر مروزی صالح بن محمد۔ جو آگے چلکر خود بڑے پایہ کے مصنف ہوئے امام صاحب کے عام شاگردوں میں داخل ہیں۔

امام صاحب کو زمانہ تحصیل ہی میں تصنیف و تالیف کا شوق ہوا۔ اور آخر عمر تک قایم رہا۔ انکی ۱۸ برس کی عمر تھی جب ایک کتاب قضایا الصحابہ والتابعین نامی لکھی اور بڑے بڑے مشایخ کو متحیر کردیا۔ تاریخ کبیر مدینہ منورہ کی چاندنی راتوں میں لکھی جب آسمان کی منور اور قدرتی قندیل نے دنیا کے مصنوعی چراغوں سے مستغنی کردیا۔ صحیح بخاری کا مفصل ذکر مستقل عنوان سے آگے آئیگا لیکن اسکے علاوہ دیگر تصنیفات کی مجمل فہرست یہ ہے۔

تاریخ کبیر۔ تاریخ اوسط۔ تاریخ صغیر۔ خلق افعال عباد۔ رسالہ [illegible]

[1] المتوفی ۲۷۹ھ ترمذ ان کا وطن تھا جو خراسان کا ایک شہر ہے۔ آخری عمر میں آنکھوں سے معذور ہوگئے تھے۔ جامع ترمذی انکی مشہور کتاب ہے ۱۲

[2] صحاح میں امام بخاری کے بعد عام طور پر انکی صحیح کو ... [illegible]

تمہیں اب کیا کرنا ہوگا؟

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

میں اپنے دل میں احمدی قوم کو خصوصیت سے مبارکباد دینے کیلئے ایک جوش پاتا ہوں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان انعام اسے عطا ہوا ہے وہ اس نعمت پر جسقدر سجدات شکر بجالائے کم ہیں۔ وہ نعمت یہ ہے کہ احمدی قوم کے وجود نے آج دنیائے اسلام پر ثابت کر دیا ہے کہ یہی ایک قوم ہے جو اشاعت اسلام کے لئے اپنے دلمیں جوش اور اسلام کی موجودہ حالت پر دلمیں درد رکھتی ہے۔

یہ خلاصہ اور لب لباب ہے ان کثیر تحریروں کا جو اردو اخبارات میں آج اشاعت اسلام کے مضمون کے ضمن میں نکل رہی ہیں۔ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا امام اور پیشوا یقین کر چکے ہیں خوب جانتے ہیں کہ اس موعود کی دنیا میں آنے کی غرض وغایت کیا ہے؟ قرآن شریف نے پرزور الفاظ میں فرمایا ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله۔ مسیح موعود کی زندگی کا مقصد لیظهره علی الدین کله کے جامع الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ وہ ملت بیضا کو ادیان عالم پر غالب کر دکھائیگا۔ پس اگر دنیا اس کو شناخت نہ کر سکے تو خود اس کا کام اس کو منوا لیگا۔ اس وقت جبکہ بالاتفاق یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ خدمت اسلام میں ہمارے میگزین (ریویو آف ریلیجنز) نے ماشاءاللہ وہ کام کیا ہے کہ کوئی انجمن اور مجلس باوجود حمایت اسلام کے ادعا کے نہیں کریگی تو پھر غور کن طبیعتیں بتائیں کہ کیا بالواسطہ یہ تسلیم نہیں ہوا کہ خدا کا موعود سچا ہے

فی الحقیقت حضرت مسیح موعود کی سچائی پر یہ ایک لطیف دلیل ہے جس نے مجھے اور میرے ان عزیز بھائیوں کو جو میگزین کے کام میں مصروف ہیں ذوق سے سرشار کر دیا ہے اور ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے جس امام کو امام یقین کیا ہے اس کے ہاتھ میں خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔

میرے عزیز دوستو اور بھائیو! تمہارے چند پیسے جو اس ابتدائی زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے تم نے دیئے وہ اب بارور ہوئے تمہارے اخلاص کا درخت نشوونما پاکر اطراف عالم کو اپنے سایہ میں لیتا ہے اور خدا تعالیٰ نے غیب سے میگزین کی اشاعت کے وسیع پیمانہ پر شائع کرنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ اب جسقدر یہ دایرہ وسیع ہوگا اسیقدر اس کا اثر وسیع ہوگا اور جسقدر روحیں اس چشمہ سے فیض پائینگی اور جسقدر نیکیاں اس ذریعہ سے ہونگی یقیناً یقیناً تم ہی ان کے حصہ دار ہوگے کیونکہ **الدال علی الخیر کفاعله**۔ پس تم ہی بتاؤ کہ یہ انعام کیسا عظیم الشان ہے۔

میں اس موقع پر ان کثیر راؤں کا خلاصہ شائع کرتا جو ان لوگوں نے جو غیر احمدی ہیں دی ہیں اور انہوں نے میگزین کی خدمات اشاعت اسلام کے متعلق تسلیم کی ہیں مگر محض اسوجہ سے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میرے اس بیان پر حسن ظن رکھتے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ میں ایک فیکٹ (امر واقعی) اور ٹروتھ (صداقت) پیش کرتا ہوں) ان کو چھوڑتا ہوں۔ ممکن ہے کہ کسی دوسرے وقت میں ہم ان سب راؤں کو ایک پمفلٹ کی صورت میں شایع کردیں۔

میں اس مضمون کو زیادہ لمبا کرنا نہیں چاہتا اور بہت جلد آپ کو اصل مقصد پر لیجانا چاہتا ہوں پس آپ کو معلوم ہو کہ جب آپ کے میگزین کی خدمات کا شہرہ عام ہوگیا تو ان لوگوں نے جن کے دلمیں اسلام کا درد ہے اور وہ اب تک کسی وجہ سے اس سلسلہ میں شامل نہیں جوش اسلام سے بے قرار اور بے اختیار ہو کر چاہا کہ اس اشاعت کے دائرہ کو وسیع کریں۔ انہوں نے اپنی اپنی جگہ مسلمانوں کو متوجہ کیا۔ خصوصیت سے میرے محترم دوست مولوی محمد انشاءاللہ خاں صاحب ایڈیٹر وطن اور منشی رحیم الدین صاحب دہلوی اور مولوی غلام محی الدین صاحب قابل ذکر ہیں جنہوں نے اس تحریک کو پرزور الفاظ میں اٹھایا اور بلا خوف لومۃ لائم میگزین کی خدمات کی شکر گذاری ظاہر کی۔

مولوی محمد انشاءاللہ خانصاحب اور ان دوسرے بزرگوں کی نیک نیتی اور اسلام کیلئے ایک سچا جوش رکھنے کا میں دل سے معترف ہوں اسلئے کہ اگر وہ اس درد سے بیقرار نہ ہوتے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ ہمارے سلسلہ میں داخل نہ ہو کر اور اختلاف رکھتے ہوئے بھی اس جوش سے لکھتے اسلئے کہ ہندوستان و پنجاب میں صدہا اخبار نویس اور قوم قوم پکارنے والے موجود ہیں مگر انمیں سے کسی کو اتنی بھی جرأت نہ ہوئی کہ وہ میگزین کا ریویو ہی اپنے اخبارات میں کر دیں۔ بلکہ بعض نے جوش نفسانیت میں اندھے ہو کر اس رسالہ کی کامیابی کو غیر ممکن بتایا اور لوگوں کو اس سے بدظن کرنا چاہا۔

لیکن دوستو! خدا تعالیٰ بڑا قادر ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

غرض

مولوی محمد انشاءاللہ خانصاحب نے محض اخلاص اور ملی جوش سے میگزین کی وسعت اشاعت کے وسایل پر غور کی اور قادیان میں انہوں نے خط وکتابت شروع کی جس کا نتیجہ خود انہوں نے اپنے اخبار میں شائع کیا ہے۔ میں اس ساری خط وکتابت کو انشاءاللہ سلسلہ وار درج کرونگا۔ لیکن اس مقام پر میں تمہیں ایک خاص امر پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری قوم کے لئے یہ امر کس قدر مایہ ناز ہے کہ میگزین کا کام اس واجب الاحترام شخص کے ہاتھ میں ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے اس قدر غیرت اور جوش اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ کسی غیر کا پیسہ لینا بھی ایسی صورت میں حرام سمجھتا ہے جبکہ ایسے سلسلہ کے ذکر سے روکا جاوے۔ میرے واجب الاحترام مخدوم حضرت مولوی محمد علی صاحب کا نوٹ میگزین کے اس سال کے پہلے نمبر میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اور میر اشاعت اسلام اور خدمت اسلام کا جو جوش اسے حق نے دیا ہے وہ آپ اس خط میں پائیں گے جو مولوی محمد انشاءاللہ خانصاحب کے نام انہوں نے لکھا ہے وہ اسوقت موت کو پسند کرتا ہے جب اسے اسلام کے لئے لکھنے کی توفیق نہو۔ اے خدا تعالیٰ کی عظمت اور اسلام کی حمایت کے لئے سینہ سپر ہونے والے نبرد آزما! تجھپر خدا کی رحمت ہو! تیری عمر میں وہ برکت ہو کہ تجھے عمر نوح ملے تیرے دل پر انوار وبرکات الٰہیہ کا نزول ہوتا تو مقدس اسلام کی پوری خدمت کر سکے دعا کر کہ تیرا ایسا جوش صدق اور اخلاص ہمیں بھی ملے۔ آمین۔

مولوی محمد علی صاحب کو میری کسی تحریک یا تعریف یا کسی اور کی تحسین وآفرین کی کوئی ضرورت نہیں خدا تعالیٰ نے ہم سب میں سے اس کو اس مقصد کے لئے چنا لیکن ہم بھی اس درجہ اور مرتبہ کو بے شک پا سکتے ہیں اور اس کی صورت یہی ہے کہ اس کے انصار ہوں

اے احمدی قوم! یاد رکھ تیری اخلاص سے بھری ہوئی خدمات خدا نے قبول کی ہیں اور خدا کا پیام مغربی اور مشرقی قوموں میں پہونچا چاہتا ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ اسلام میں داخل ہوں اور وہ وقت بھی قریب ہے کہ تیرے چندوں اور پیسوں کی کوئی احتیاج نہ رہے لیکن ابھی وقت ہے کہ تجھے خیر وبرکت کا ورثہ مل سکے پس

اٹھو اور قدم بڑھاؤ

غیر احمدیوں نے جس جوش اور اخلاص سے میگزین کا خیر مقدم کیا ہے وہ اس خط وکتابت سے معلوم کرینگے پس تو جو اسکی بانی اور مجوز ہے اب پہلے سے زیادہ قدم بڑھا اور دکھا دے کہ تو شکر گذاری کیلئے اپنے اندر کیسی روح رکھتی ہے۔ ہم تم سے کچھ زیادہ نہیں چاہتے مولوی محمد انشاءاللہ خاں صاحب نے اپنے اخبار کے ناظرین سے دو سو رسالوں کے چندہ کی درخواست کی ہے تم اولین میں داخل ہو۔ کیا تم اور

پانچسو رسالوں کا انتظام کروگی؟

اس کا جواب میں نہیں دوں گا۔ قوم کے پرجوش افراد کیطرف سے اس جواب کا انتظار کرتا ہوں یہ وہ رسالے ہوں گے جو ممالک غیر میں اشاعت اسلام کے لئے جاویں گے۔ خدا تعالیٰ انہیں توفیق دے۔

وہ خط وکتابت جو **وطن** نے شائع کی ہے میں اگلی اشاعت میں انشاءاللہ شائع کرونگا۔

آخر میں میں اتنا یاد دلاتا ہوں کہ وطن کے سرپرستوں میں بڑے اولوالعزم مسلمان داخل ہیں جنہوں نے ۲۵ ہزار کے قریب حجاز ریلوے میں دیا ہے اور ابھی دو ہزار وطن کی مفت اشاعت کا وہ انتظام کر رہے ہیں اور آئے دن کوئی نہ کوئی قومی چندہ ان کے سر رہتا ہے پس وہ چندے دینے میں تم سے پیچھے نہیں اسلئے ایسا نہ ہو کہ تم اپنے قومی چندوں کی کثرت سے گھبراؤ میں انشاءاللہ ان پانچسو چندوں کے لئے بہت جلد یہ شائع کرنے کے قابل ہوسکونگا کہ پورے ہوگئے کم از کم وطن کے دو سو چندوں کے پورا ہونے سے پہلے ہو جانے چاہئیں تاکہ تمہاری اولیت اور حمیت قومی میں فرق نہ آنے پاوے اور میں خود اس کام کو اپنے چار رسالوں کے چندہ سے شروع کرتا ہوں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ آمین

تبدیلی مطلوب ہے

کمشنری ملتان کے ایک نائب تحصیلدار درجہ سوم جو عنقریب درجہ دوم میں ترقی یاب ہونیوالے ہیں صوبہ سرحدی کے کسی نائب تحصیلدار درجہ سوم سے تبدیلی کے خواہشمند ہیں اگر کوئی صاحب اس تبدیلی پر رضامند ہوں تو ایڈیٹر الحکم کے ساتھ خط وکتابت کریں۔

خط و کتابت

میرے مکرم معظم والدین سے زیادہ مہربان جناب حضرت حکیم صاحب ادام اللہ فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ..... آخر وہ وحدت وجودی نکلا جس کے ثبوت کیلئے اس نے ایک رسالہ ..... دیا اوس کے ثبوت میں چند آیات قرآن شریف اور احادیث رسول مقبول ... بطور نمونہ درج کرتا ہوں

۱ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ۲ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ۳ وھو معکم اینما کنتم۔ ۴ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ ۵ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ۶ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم۔ ۷ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ ۸ وکان اللہ بکل شیء محیطا۔ لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ الی اخرہ۔

التماس ہے کہ جناب ان آیات و احادیث کا صحیح ترجمہ مع تفسیر واضح تحریر فرماویں جناب کا مشکور ہونگا

کمترین محمد الدین احمدی از ہوشیارپور۔

جواب۔ نقل خط میں جو بطور خلاصہ کے گو آیات و احادیث آپکے محولہ پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ بنا بر سہولت

۱ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ترجمہ۔ خاص اللہ تعالیٰ کا ہی ملک ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس تمکو چاہیے کہ جہاں تم مونہہ پھیرو تمہارا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا مونہہ ہووا یعنی ہر ایک کام میں قبلہ مقصود تمہارا رضائے الٰہی ہو

(الف) اب آپ وجودیوں سے دریافت فرماویں کہ اس آیت شریف سے کہاں وحدت وجود کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

(ب) اگر وجودیوں کے مذاق پر ہی معنے لئے جاویں یعنے جہاں مونہہ کرو وہیں خدا کا مونہہ ہے تو پھر بھی وحدت وجود ثابت نہیں ہوتا۔

اول۔ اسلئے کہ مجاہد کا قول ہے کہ معنے اس آیت کے یہ ہیں کہ جہاں تم ہو قبلہ تمہارا وجہ اللہ یعنے کعبہ ہی ہو۔ یعنے جسکی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے) یعنے یہ مذہب چونکہ عام لوگوں کیلئے ایک وسیع قانون قبلہ کے متعلق بیان فرما دیا کہ مشرق والے مغرب کو اور مغرب والے مشرق کو وعلیٰ ہذا القیاس جنوب و شمال والے بھی کعبہ کو ہی مونہہ کیا کریں۔ ابن کثیر جلد اول صفحہ ۲۰۳۔ دوم۔ ابن جریر کہتا ہے کہ نماز سفر نوافل کیلئے یہ اذن عام ہے مسافر سوار کیلئے۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تو یہی آیت پڑھا کرتے تھے ابن کثیر صفحہ ۲۰۴ جلد اول۔ تیسرا۔ ابن جریر کہتا ہے کہ یہ آیت اس کے حق میں ہے جسکا قبلہ گم ہو جاوے صفحہ ۲۰۵ ابن کثیر۔ چوتھا۔ ابن جریر کہتا ہے کہ یہ دعا کیلئے ہے کہ عند الدعا جس طرف مونہہ ہو جایز ہے۔ ابن کثیر صفحہ ۲۰۶ جلد اول۔

(ج) کیا سارا خدا مونہہ ہی مونہہ ہے اور کچھ نہیں۔ اور لوگوں کے بول و براز والی جگہ بھی خدا کا ہی مونہہ ہے کہ اس سے وحدت وجود ثابت ہو۔ نعوذ باللہ۔

(د) وجہ کے معنے ہیں توجہ۔ یہ آیت پیشگوئی ہے فتوحات صحابہ کے لئے کہ جہاں تمہاری توجہ ہوگی اللہ تعالیٰ کی بھی وہیں توجہ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(ہ) وجودیوں کے مذاق پر بھی اس آیت شریف میں بجائے وحدت کے کثرت موجود ہے اللہ ایک مشرق دو مغرب تین وجہ چار تمہارے مونہہ پانچ جو خود ہی جمع ہیں وہ طرف تمہارے مونہہ والا یہ چھ چیزیں ہیں

۲ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ترجمہ۔ میں نزدیک تر ہوں اسکی طرف اس دیرجہ (رگ) سے جس کا نام ورید ہے۔

بدن میں خون کیلئے دو رستے ہیں ایک کا نام شریان ہے یہ وہ ہے جو حرکت کرتا ہے۔ ایک کا نام ورید ہے وہ وہ ہے جو حرکت نہیں کرتا۔ قلب میں ورید کا خون داخل ہوکر صاف ہوکر بذریعہ شریان کے تمام بدن میں پہونچتا ہے۔ کیا معنے۔ میں ایسے موقع پر بھی اپنی قدرت کاملہ سے کام کرتا ہوں جسجگہ تمہاری کسیطرح کوئی رسائی نہیں۔ اب یہاں کوئی ثبوت وحدت وجود کا نہیں

(الف) اگر سارے لوگ خدا ہیں تو ہر ایک ذی روح کا ہر ایک ذی روح کے قلب میں موجود ہونا ضرور ہے بموجب اس آیت کے۔

(ب) اگر وجودیوں کے مذاق پر حبل الورید کے معنی شاہ رگ ہی کرلیں تو کیا تمام لوگ ہر ایک کی شاہ رگ سے نزدیک تر ہوتے ہیں۔

(ج) نحن کا لفظ خصوصیت چاہتا ہے کہ تمام لوگ ہر ایک کے قلب میں یا شاہ رگ سے نزدیک تر ہوں۔

(د) باوجود اس کے یہاں بھی کثرت موجود ہے نحن کا لفظ جو جمع متکلم کا ضمیر ہے بجائے خود مستقل طور پر ایک جمع ہے۔ دوسرا وہ جسکے وہ سارے نزدیک ہیں۔ تیسرا خود حبل الورید ہی علیحدہ چیز ہے تین کو ایک کہنا کسی مسلمان موحد کا کام نہیں۔ ہاں عیسائی تین کو ایک کہتے ہیں جنکو اتنک خود بھی اسکی سمجھ نہیں آئی

۳ وھو معکم اینما کنتم۔ ترجمہ۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔ یہ آیت سورہ حدید رکوع اول میں ہے۔ یہاں ان لوگوں نے لا تقربوا الصلوٰۃ والی کانٹ چھانٹ کی ہے اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کا اس موقع پر ذکر ہے اس کے اول اور آخر کو دیکھنے سے صاف پتہ لگتا ہے چنانچہ پوری آیت یہ ہے یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔ جو کچھ زمین میں داخل ہوتا یا اس سے نکلے اور جو کچھ آسمان سے نازل ہو یا اوس پر چڑھے وہ سب کو جانتا ہے جبکہ وہ ایسا وسیع علم والا ہے تو پھر تو وہ تمہارے ساتھ ہی ہوا جہاں تم ہو پھر اسی آیت کے معنے زیادہ واضح کرنے کیلئے فرمایا کہ واللہ بما تعملون بصیر۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔ دوسرا اگر حسب مذاق وجودیوں کے اس کے معنے کئے جاویں پھر بھی کثرت بلکہ کثرت در کثرت ہے وحدت کہاں ایک وہ دوسرا تم جو بجائے خود ایک مستقل کثرت ہے ایک وہ مکان تمہاری موجودگی کا اگر زیادہ نہیں تو تثلیث یا ثالوث تو ضرور ہی ہے۔

۴ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون یہاں بھی وجودیوں کے وہی لا تقربوا الصلوٰۃ والی کانٹ چھانٹ ہے پوری آیت اسطرح ہے فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ یعنی جب جان گلے پر پہونچ جاتی ہے وہ قریب المرگ ہوتا ہے تو تم اسکی جان کو کیوں نہیں واپس کرلیتے حالانکہ تم اس کا حال اسوقت سامنے دیکھ رہے ہو اگرچہ اسوقت تم بہت ہی قریب ہوتے ہو مگر ہم تم سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ یعنے ملایک قابض روح۔

قرآن مجید میں یہ قاعدہ ہے کہ جو افعال اللہ تعالیٰ بتوسط دوسری مخلوق کے ظاہر فرماتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو صیغہ جمع سے بیان فرماتا ہے جیسے انزلنا من السماء ماءً۔ ترجمہ۔ ہم ہی بادلوں سے پانی اتارتے ہیں یا جیسے انا نحن نحیی الموتی۔ ترجمہ۔ ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں یعنے کفار کو بتوسل انبیاء و رسل و مامورین و مومنین وغیرہ ہدایت کرتے ہیں۔ یا جیسے نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنے معرفت ملایک جو دوران خون اور تصفیہ خون پر موکل ہیں یا جیسے یہی آیت یعنی ہمارے ملایک قابض روح تم سے بہت نزدیک ہوتے ہیں۔

دوسرا باوجود کانٹ چھانٹ کے پھر بھی کسقدر کثرت موجود ہے اور وحدت کا نام و نشان ہی نہیں ایک ہم ایک تم یہ دونوں بجائے خود مستقل جمع ہیں ایک وہ قریب المرگ اگر زیادہ نہ مانو تو تین تو بہرحال ماننے پڑیں گے جو تثلیث ہے یا ثالوث۔

۵ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ترجمہ۔ تونے (یا محمد) نہیں پھینکا جبکہ پھینکا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ اسمیں وحدت وجود کہاں ہے ایسے الفاظ تو اس ملک میں بھی احد خانگی کے موقع پر عموماً بولے جاتے ہیں چونکہ انبیاء و رسل و اولیا کے سارے کام محض اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہو جاتے ہیں اسواسطے ان کا اپنا کچھ بھی درمیان نہیں رہتا چنانچہ اس حدیث تقرب الٰہی سے اللہ تعالیٰ آدمی کا ہاتھ پاؤں ایک کان بن جانا اوسپر شاہد ہے جسکی تفصیل عنقریب آتی ہے۔ دوسرا یہاں بھی وہی کثرت موجود ہے۔ پھینکنے والا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرا اللہ تعالیٰ تیسرا جس چیز کو پھینکا افسوس یہ لوگ اس ناواقفی کے سبب کس قوم کی مشابہت حاصل کررہے ہیں جسکو دجال کہا گیا ہے۔

۶ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم۔ اس کے صرف وہی معنے لکھدینے کافی ہیں جو حضرت سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اگر اس کو بھی وجودی نہ مانیں تو فبای حدیث بعدہ یومنون تو پھر کسکی حدیث پر ایمان لائیں گے۔ ھو الاول فلیس قبلہ شیء ھو الاخر فلیس بعدہ شیء ھو الظاھر فلیس فوقہ شیء ھو الباطن فلیس دونہ شیء۔

کیا کوئی وجودی اپنی نسبت کہہ سکتا ہے کہ اس کے اول کچھ نہتھا مگر اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ کیا کوئی وجودی کہہ سکتا ہے کہ اس کے بعد کچھ ہوگا مگر قرآن مجید تو فرماتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت کل شیء ھالک۔

ہاں شاید وجودیوں کا خدا عیسائیوں کے خدا کیطرح مرتا بھی ہو بلکہ عیسائیوں کا خدا تو ایک وہ مر اگر یہاں تو ہر ایک ان میں وجودیوں کے خدا کروڑ در کروڑ بلکہ اس سے اضعاف مضاعف مرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک کیڑے مکوڑے وغیرہ سبکے سب خدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھ عطا فرماوے۔

دوسرا وہ ساری آیت کے مجموعہ سے وحدت وجود ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر اصل میں معاملہ الٹا برعکس ہے کہ ہر ایک فقرہ میں کثرت موجود ہے۔ مثلاً ھو الاول اب ایک تو وہ ہوا جو اول ہے اور دوسری وہ اشیاء جن سے وہ اول ہے۔ والظاھر وہ غالب ہے یہاں بھی ایک غالب ہونیوالا اور ایک جن پر غالب ہوا علیٰ ہذا القیاس باقی بھی۔

وھو بکل شیء علیم۔ ترجمہ۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ دیکھو یہاں بھی وہی کثرت ہے بلکہ یہاں تو کثرت کیلئے صرف لفظ کل ہی کافی ہے۔ باوجود اسقدر کثرت غیر محدود و غیر محدود کے پھر وحدت وجود میں خلل نہیں وحدت وجود کیا ہوئی بی بی تمیزہ خالدار کا وضو ہوا۔

۷ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اسمیں بھی وجودیوں نے وہی کمال دکھایا جو کسی نے ولا تقربوا الصلوٰۃ میں دکھایا۔

ساری آیت یہ ہے وفی الارض ایات للموقنین۔ وفی انفسکم افلا تبصرون

تمام زمین میں یقین کرنیوالوں کیلئے نشان موجود ہیں بلکہ دور جانے کی ضرورت نہیں خود تمہارے نفسوں میں ہی نشان موجود ہیں کیا تم غور نہیں کرتے۔ باوجود اس کے کسقدر کثرت موجود ہے ضمیر کم تبصرون کا صیغہ جمع ہے پھر نشانات بھی جمع ہیں پھر زمین۔ کیا وجودی صاحب

نزدیک سب حی وحدت ہی ہے

حتیٰ وکان اللہ بکل شئی محیطا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر احاطہ ہے۔ کیا اس سے وحدت وجود ثابت ہو گیا۔ کیا گھیر نیوالا جب کسی چیز کو گھیر لیتا ہے وہ عین وہ شئے کا ہو جاتا ہے کیا وجودی لباس نہیں پہنا کرتے۔ پاخانہ میں نہیں جاتے کیا اون کا احاطہ بول و براز پر نہیں کیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وجودی اسوقت عین لباس عین پاخانہ ہو جاتے ہیں یا کیا عین بول یا عین براز ہو جاتے ہیں ایک شخص سفید زمین کو دیوار سے گھیر لیتا ہے ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ یا اس کے قلعہ کو یا فوج کو توپ ہو کیا وہ گھیر نیوالا اور گھیرا ہوا شئے واحد ہو جاتے ہیں یہ مسئلہ بھی عیسائیوں کی کفارہ کیطرح شاید بپتسمہ لینے اور عیسائیوں کے روح القدس داخل ہونے کے بعد سمجھ میں آئے تو آئے! باوجود اس کے پہر وہی کثرت موجود ہے۔ یہاں بھی کل کا لفظ اور اللہ دو شئے تین ہیں سو مسئلہ تثلیث یا تثلیث کو وجودی لوگ ہی کچھ سمجھتے ہوں گے ہمیں کو ایک کہنا تو عیسائیوں کا کام ہے نہ مسلمان کا

۹۔ لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ الی آخرہ

ہمیشہ مومن بسبب ان اعمال کے جو فرضوں کے علاوہ میں میری طرف نزدیک ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے اور اس کا اور میرا معاملہ واحد خانگی دا ہو جاتا ہے اور اس کا اپنا درمیان میں کچھ نہیں رہتا اس کے تمام افعال اقوال محض محض میرے ہی لئے ہو جاتے ہیں یہانتک گویا میں ہی اس کے کان ہو جاتا ہوں یعنے جو سنتا ہے خاص میرے ہی لئے سنتا ہے اور میں ہی اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں وعلیٰ ہذا القیاس تمام اعضا و افعال۔

دوسرا یہاں اللہ تعالیٰ کی دوسری بعض صفات مثلاً وجہ اور ساق وغیرہ کا ذکر نہیں ہے کیا جب آدمی اسطرح خدا بن جاتا ہے تو اسوقت اس کے مونہہ اور ساق وغیرہ اوصاف اس سے علیحدہ رہجاتے ہیں۔ تیسرا جیب قسم قرب کا میں انسان کو خدا بنایا تو وہاں ہاتھ پاؤں کان آنکھ ساق وغیرہ صفات الٰہی کو بہول گئے اور یہاں وجہ اور ساق وغیرہ کو۔

یہ عجیب فلسفہ ہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی جیسے مثنوی میں ہے شیر بے گوش و سر و شکم کہ دید۔ اینچنیں شیرے خدا خود نافرید۔ یعنے کبھی تو وجودی لوگ ایسے خدا تجویز کر لیتے ہیں کہ جو سوائے وجہ کے دیگر صفات ساق ید رجل بصر سمع وغیرہ سے عاری ہو اور کبھی وجہ اور ساق سے عاری۔ معاذ اللہ۔

دوسرا تقرب بالنوافل سے تو صاف صاف غیریت ثابت ہوتی ہے یعنے پہلے وہ دور ہوتا ہے پہر بسبب اعمال کے اسکو تقرب حاصل ہوتا ہے۔ تیسرا وجودیوں کی مذاق پر بھی اس حدیث سے وحدت وجود ثابت نہیں ہوتا بلکہ گروہ در گروہ انسان جو تقرب حاصل نہیں کرتے خدا نہیں بن سکتے۔ چوتہا اگر بعد تقرب کے انسان اسطرح خود خدا بن جاتا ہے اور وحدت وجود میں داخل ہو جاتا ہے تو قبل از تقرب اس کو کیا کہا جاویگا۔ انسان یا خدا۔ اگر انسان تہا تو یہ حدیث وحدت وجود کا ثبوت نہ ہوئی بلکہ یہ تو وہی بات ہوئی جیسے بعض عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع قبل از نزول روح القدس خدا نہ تہا۔ مگر بعد نزول روح القدس ازلی ابدی خدا خالق السموات والارض ہو گیا اگر خدا تہا تو بھی یہ حدیث نعوذ باللہ فضول ٹھہری اور اسکی شرط تقرب بالاعمال بھی فضول ماننی پڑیگی اگر وحدت وجود کا مسئلہ صحیح فرض کر لیا جاوے تو وجودی لوگ اپنے اس مسئلہ میں عملی حصہ میں کیا نمونہ دکہائیں گے کیونکہ ساری شریعت عمل درآمد کیلئے ہی ہے۔ مثلاً شریعت اسلام میں ایک نکاح کا مسئلہ ہے دو اجنبی لڑکا لڑکی میں جب نکاح ہو جاتا ہے تو بعد نکاح ان کے باہمی میل ملاپ پر کوئی اعتراض نہیں رہتا نہ شرعاً نہ قانوناً نہ اخلاقاً بلکہ اس میل ملاپ کیلئے خویش و اقارب دوست خوش ہوتے ہیں۔ اب جبکہ وجودیوں کے نزدیک ہر چیز ہی خدا ہے تو اگر انکی بی بی کے ساتھ اس کا کوئی دوست مونہہ کالا کرے تو یہ کسقدر مبارک دیتے اور خوشیاں مناتے ہیں کیونکہ صرف دو خداؤں کا باہم ملاپ ہوا ہے یا کم سے کم اگر کوئی شخص ان کو گالی دے تو کیا وجودی لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر آمناً و صدقنا کہہ اٹھتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید کے احکام کے لئے ضروری ہے۔ ایکدفعہ مولانا مولوی نور الدین صاحب ایک جگہ ایک وجودی کے ساتھ ملکر کہانا کہا رہے تھے مولوی صاحب نے ایک کتے کیطرف جو وہاں موجود تہا ہڈی پہینکدی۔ وجودی بولا یہ بھی آپ ہی ہیں۔ وہ وجودی حضرت موضع سیال والوں کا مرید تہا۔

مولوی صاحب نے کہا پہر تو آپ کو موضع سیال میں جانیکی حاجت ہی نہ رہی۔ وجودی بولا واہ مولوی صاحب تم نے کیا غضب کیا ہمارے مرشد کو گالی دیدی مولوی صاحب نے کہا تم نے اس سے بڑھکر کیا کہ ہمارے خدا کو گالی دیدی فبہت الذی کفر۔

غرض ان لوگوں کی وحدت وجود اور ان کے اسپر ایمان لانے اور رکھنیکا یہی حال ہے۔ والسلام

حکیم فضل الدین از قادیان

دوسرا خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک صاحب جو اہل شیعہ ہیں مفصلہ ذیل سوالات کا جواب مانگتے ہیں۔ براہ مہربانی الحکم میں اشاعت فرماویں

(۱) اگر مرزا صاحب امام مہدی ہیں تو پہلے اماموں کی فہرست جو گذر چکے ہیں نامواد سے مطلع فرماویں اور وہ امام کس قوم سے ہوئے ہیں۔

(۲) باغ فدک کے تنازعہ کی اصل حقیقت کیا ہے۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار کس غرض کے لئے اٹھائی آیا اشاعت اسلام کیلئے یا اپنے بچاؤ کیلئے

عاجز الٰہی بخش تخلص سروری از ظفروال ضلع سیالکوٹ

الجواب (۱) حضرت مرزا صاحب امام مہدی ہیں ان کے ثبوت امامت کیلئے دوسرے ائمہ کے نام اور قوم دریافت کرنا فضول ہے۔ کیونکہ اگر کوئی جھوٹا مدعی امامت پہلے ائمہ کے نام اور قومیت بیان کر دے تو کیا وہ سچا امام مہدی مانا جاویگا؟ ہرگز نہیں۔ دوسرا اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک۔ اسی سے باوجود یکہ یقیناً حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے۔ حالانکہ بموجب اس آیت کے نہ کوئی فہرست اسم وار پہلے نبیوں کی اپنے وحی نہ دے سکتے تھے۔ تیسرا قرآن کریم میں ہے کہ رسول اللہ کی شناخت علامات سے کرنی چاہیئے وماکان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ

سو بیس علامات خلافت و امامت الحکم ۲ جلد ۹ مطبوعہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء میں مفصل درج ہیں ملاحظہ فرماویں

چوتہا آیت استخلاف میں خلافت کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں کی گئی۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم

جو مومن ہوں اور سنوار کے کام ہی کریں ان کو وعدہ خلافت دیا گیا ہے گزشتہ بارہ صدیوں میں بارہ امام مجدد فرد گذر چکے اب آخری خلیفہ جو اثنا عشر کر زاید ہے اسکی قریش یا اہلبیت ہونا ضرور نہیں۔

اثنا عشر ائمہ والی حدیث سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ سوائے اثنا عشر ائمہ کے کوئی اور امام کسی اور قوم سے ہو گا

بموجب آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور بموجب آیت استخلاف کے سلسلہ خلافت مثل سلسلہ خلافت موسوی ہے لہذا جیسے آخری خلیفہ سلسلہ خلافت موسوی بنی اسرائیل سے تہا اسیطرح آخری خلیفہ محمدی کا قریشی یا سادات سے ہونا ضروری نہیں بموجب حدیث یسلب الملک من قریش کے بھی آخری خلیفہ قریش سے نہیں ہونا چاہیئے۔

بموجب حدیث سلمان منا اہلبیت کے یہ خلیفہ آخری یعنے مولانا و مرشدنا مرزا صاحب بھی اہل بیت سے ہی ہے۔ ولکل قوم ہاد اور حدیث علی کل مائۃ سنۃ یجدد لہا امر دینہا میں کوئی قوم معین نہیں کیگئی۔ تلک عشرۃ کاملۃ

(۲) باتفاق اہلبیت واہل تشیع باغ فدک کے متعلق سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ موجود ہے ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل۔ الی قولہ تعالیٰ للفقراء المہاجرین الی آخرہ والذین تبوؤ الدار یعنی انصار والذین جاؤ من بعدہم مگر شرط یہ ہے کہ شیعہ نہ ہو کیونکہ لاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا کی شرط اللہ تعالیٰ نے ساتھ لگا دی ہے۔ پس ہم ہرگز ہرگز یقین نہیں کر سکتے کہ حضرت بتول رضی اللہ عنہا نے خلاف قرآن دعویٰ کیا ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا امتحان کیا ہو کہ آیا یہ خلاف قرآن کریم فیصلہ کرتے ہیں یا نہیں مگر حضرت صدیق امتحان میں پاس ہو گئے۔

(۳) حضرت علی کی تلوار کچھ تو حسب الحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قتل خوارج کے لئے تہی جو ایک قسم کی بغاوت میں مبتلا تہے اور نہروان میں قتل ہوئے۔ آخر حضرت علی ابن ملجم باغی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ دوسرے اپنے بچاؤ کیلئے اور انتظام کیلئے تہی۔

حکیم فضل الدین۔

مراسلات

چونکہ بہت سی مراسلتیں دفتر میں کتنے ہی دنوں سے آئی پڑی ہیں اور ان کا جلد تر شائع ہو جانا از بس ضروری ہے اس لئے کچھ مراسلے اس اشاعت میں اور کچھ اگلی اشاعت میں نکال دیئے جائینگے مضمون نویس صاحبان اس دیر کیلئے ہمیں معذور سمجھیں۔ ایڈیٹر

اطلاع

منشی محمد سعید صاحب بی۔ اے معرفت منشی غلام سرور صاحب بی۔ اے کلاس مشن لاہور کے سوالات کا مسلسل اور مفصل جواب الحکم کی اگلی اشاعت میں شروع ہو گا انشاء اللہ العزیز مطمئن رہیں۔ ایڈیٹر

پیسہ اخبار کی غلط بیانی

بیچارے پیسہ اخبار سلسلہ عالیہ احمدیہ کی معاندانہ مخالفت میں کچھ ایسا از خود رفتہ ہو گیا ہے۔ کہ اس سلسلہ کے متعلق قلم اٹہاتے وقت وہ اپنے ایمان کی بھی پرواہ نہ کر کے ہمیشہ جھوٹ کی نجاست پر مونہہ مارتا ہے اور اس وصف حمیدہ سے اس کا اعتبار یہانتک پیدا کیا ہے کہ خواص تو درکنار عوام بھی اسکی ایسی تمام تحریروں کو جو مرزا صاحب کے مخالفت میں ہوں اس کے غلو عناد کا نتیجہ قرار دیکر

اپیل خل سے بڑھکر وقعت نہیں دیتی۔ اگرچہ بعض فقرے اس کی بسبب ناواقفی کے یہ عذر تراشتے ہیں کہ در حقیقت ایڈیٹر پیسہ اخبار کو سلسلہ احمدیہ کے ساتھ کچھہ دلی عداوت نہیں۔ مگر چونکہ اس کے اخبار کے خریدار ونگار زیادہ حصہ میرزا صاحب کے مخالفین کا ہے۔ اسلئے وہ ان کی خوشنودی کو مقدم رکھنے میں معذور اور مجبور ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ بالفرض اگر یہی وجہ مخالفت کی ہے۔ تو کیا یہ امر قابل تحسین ہے؟ کیونکہ جس شخص کا گذر کو چہ دین سے ہو۔ وہ کبھی ایسی منافقانہ روش اختیار کر کے دراہم معدودہ کی خاطر اپنے خدا کو ہرگز ناراض نہیں کرسکتا۔

اسکی بے مثل انصاف پسندی کا ایک ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ وہ ہر قوم اور فرقہ کی ہر قسم کی اچھی بری مذہبی تحریروں کو اپنے اخبار میں خوشی سے درج کرلیتا ہے۔ لیکن سلسلہ احمدیہ کی تائید میں خواہ کیسا ہی مدلل اور معقول مضمون اسے بھیجا جاوے وہ بہت ہی کم شائع کرتا ہے کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ کسی مضمون کی معقولیت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ کاش وہ اس امر میں عیسائی اخباروں سے ہی سبق لیتا۔ جو باوجود سخت مذہبی مخالفت کے بھی فریق مخالف کی مراسلت کو بخوشی درج کرلیتے ہیں۔

اس کے بغض و عناد کا تازہ ثبوت اس نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے جو اسنے ۱۸ دسمبر ۱۹۰۴ء کے روزانہ پرچہ میں لکھا ہے۔ اور جسمیں ایک نہ دو بلکہ تین جھوٹ بولے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مولوی برہان الدین جہلمی طاعون سے فوت ہوگئے۔

(۲) مرزا صاحب کی وہ پیشگوئی غلط نکلی کہ انکی جماعت کا کوئی فرد طاعون سے نہیں مریگا۔

(۳) مرزا صاحب کے کئی جید مرید اس مرض سے مرچکے ہیں۔

ان سب باتوں کا جواب سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے کیا دیا جاوے۔ لیکن جو شخص خوف خدا کو بالائے طاق رکھدے وہ جو کچھہ چاہے کہے۔ سب کو معلوم ہے کہ مولوی صاحب مرحوم ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے جنہوں نے مرض تپ سے انتقال فرمایا۔ باقی رہی مرزا صاحب کی پیشگوئی۔ سو اسکی نسبت بارہا پہلے جواب دیا جاچکا ہے۔ لیکن اب پیسہ اخبار اور اس کے ہم جنس خوش فہموں کیلئے ہم مکرر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی یہ پیشگوئی نہیں کی کہ انکی جماعت کا ہر ایک فرد طاعون سے محفوظ رہیگا بلکہ انکی سب تحریروں کا لب لباب یہ ہے کہ متقی عموماً بچے رہینگے اور کہ جماعت احمدیہ نسبتاً محفوظ رہیگی۔ امر سوم کی حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا کوئی جید مرید اس مرض سے آج تک فوت نہیں ہوا۔ یہ محض ایڈیٹر صاحب کا خانہ ساز حسن ظن ہے۔ پیسہ اخبار ہر ایک ایسی بات کی بجائے کچھہ فائدہ اٹھانیکے برا نتیجہ نکالکر لوگوں کو بدظن کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ اور اس فن میں وہ خود ہی اپنی نظیر ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ پچھلے دنوں میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے دو مشہور گرنیکا الہام مشتہر فرمایا تھا جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور مولانا برہان الدین صاحب کی وفات سے پورا ہوا۔ مگر افسوس ہے پیسہ اخبار پر کہ وہ ہر بات کو برے معنوں میں لیکر اپنا اور اپنے ہمخیالوں کا دل خوش کرنا چاہتا ہے۔ لیکن پیسہ اخبار ہوش کے کانوں سے سن رکھے کہ وہ یا اس کے امثال اس مبارک سلسلہ کی مخالفت میں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہونگے۔ اور آخر ایک دن تھک کر رہ جائیں گے

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ پیسہ اخبار کو دوسری پیشگوئی کے پورا ہونے یا نہ ہونے سے کیا غرض ہے۔ وہ اپنی گھر کی اس پیشگوئی پر نظر کرے۔ جو بموجب وعدہ "انی مہین من اراد اہانتک" پوری ہو کر اس کے صدمہ کا باعث ہوئی اور جو کہ ایک عاقبت اندیش کیلئے کوئی کم تازیانہ نہیں۔

ہاں اگر پیسہ اخبار اسے اتفاق یا ناکافی خیال کرتا ہے۔ تو یہ اسکی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ کبھی نہیں نکل سکتا کہ خدا کے پاس تنبیہ کے سب سامان ختم ہوچکے ہیں مگر اتنا تو اس کے بعض دوستوں کی زبان سے بھی اکثر سنا گیا ہے کہ پیسہ اخبار کی وہ ذلت کسی **بیجا تکبر** یا **انجمن حمایت اسلام کی تشنیع**۔ یا (مرزا صاحب کی مخالفت کا ذکر دلمیں کرتے ہونگے) کا نتیجہ تھی۔

بہرحال پیسہ اخبار کیلئے یہ وقت توبہ کا ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے سب ایڈیٹروں۔ دوستوں۔ نامہ نگاروں یا گاہکوں کی خاطر ہر ناجائز بات کو مقدم نہ رکھے۔ بلکہ خدا کے خوف کو دلمیں رکھکر قلم اٹھایا کرے۔ ہاں اگر وہ مرزا صاحب کے مخالفانہ مراسلات کے درج کرنیمیں مجبور ہے۔ تو اسے مناسب ہے کہ کم سے کم تائیدی مضامین کو بھی اسی کشادہ دلی کے ساتھہ شایع کیا کرے۔ تا کہ اسے ایک حد تک معذور سمجھا جاوے ورنہ اگر وہ اس سے باز نہ آئیگا۔ تو ہمارا کیا حرج ہے۔ ہمارے لئے تو اسکی مخالفانہ تحریریں ہی ایک اشتہار کا کام دیتی ہیں۔ جو لوگوں کو اس پاک سلسلہ کی طرف کشاں کشاں لارہی ہیں۔

سید دلاور شاہ بخاری احمدی

یاجوج ماجوج

جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خاکسار شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کا مطالعہ کررہا تھا جو یاجوج ماجوج کا ذکر آگیا۔ چونکہ ہمارے علماء انکی نسبت کچھ اور ہی اعتقاد رکھتے ہیں اسلئے میں نے اسپر غور کی کہ حدیث میں اس عام خیال کا کیا ثبوت ہے اور شرح حدیث کہاں تک اسکی موید ہے پہلے میں حدیث کو مع شرح لکھتا ہوں اور پھر اپنے غور کا نتیجہ ظاہر کرونگا تا کہ ہر ایک غور کرنیوالی طبیعت اس سے فایدہ اٹھاوے اور ہمارے مخالفین جو ہمکو کافر سمجھتے ہیں سوچیں کہ وہ اس کفر میں اپنے متقدمین اور اکابرین کو بھی شامل کررہے ہیں اسواسطے حدیث ذیل کو لکھا جاتا ہے کہ شاید کوئی روح اس غلطی سے بچکر ہمارے لئے ثواب کا موجب ہو وہ حدیث یہ ہے۔ عن زینب بنت جحش ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا فزعًا یقول لا الہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل ھذہ وحلق باصبعیہ الابہام والتی تلیہا الخ

ترجمہ۔ درآمد آنحضرت برام المومنین زینب ترساں بحالیکہ مے فرمود نیست الٰہ الا اللہ وائے مرعرب را از شرے کہ بتحقیق نزدیک رسیدہ است گفتہ اند مراد ازاں فتنہا وقتالہاست کہ در عرب واقع شدہ کہ اول آن قتل عثمان است رضی اللہ عنہ بعد ازاں دائم و مستمر ماند تا آنکہ حالا شود فتنہ یاجوج وماجوج یا مراد نفس خروج یاجوج وماجوج است وتخصیص ویل بعرب شاید باعتبار شرف ایشاں ست در اسلام واحتمال اخیر مناسب است بقول شریف کشادہ در رخنہ کردہ شد امروز از سد یاجوج وماجوج مانند ایں حلقہ وحلقہ بست آنحضرت برائے تصویر بمقدار رخنہ بہ انگشت خود انگشت نر وانگشتے کہ متصل است ازاں کہ مسبحہ باشد ذکر کشادن رخنہ بیان حقیقت حال است کہ کشف کردہ شد از آنحضرت ودائرہ زدن تمثیل نسبت وقوع شر قریب رابفتنہ یاجوج وماجوج بہ نسبت کشادن رخنہ در رزن از سد مذکور گویا ایں شر نمونہ وجزوے از فتنہ معہودہ است بریں تقدیر مراد از الیوم روز وقوع شر قریب باشد و تواند کہ مراد ازیں شر خروج اتراک چنگیزیہ باشد الخ شیخ الاسلام کتاب الاستبار۔

اب ناظرین کو چاہئے کہ متن حدیث کہ اس جملہ پر (فزعًا یقول لا الہ الا اللہ) تھوڑی دیر ٹھہر کر غور اور فکر کریں کہ آنجناب سرور انبیاء افضل الرسل والاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جب فتنہ یاجوج ماجوج کا حال بذریعہ کشف معلوم ہوا تو خوف کھا کر زبان مبارک سے لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کردیا اس نبی امی فداہ ابی وامی صلعم کا اس موقع پر لا الہ الا اللہ پڑھنا یاجوج ماجوج کے فتنہ کو کھلے طور پر ظاہر کررہا ہے کہ وہ فتنہ توحید کا سخت دشمن ہوگا۔ سبحان اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہی پاک اور قابل انسان تھے اور آپکا سینہ الٰہی علوم کا ایک ایسا خزینہ تھا جسکی نظیر اولین اور آخرین میں نہیں ملتی کس دور دراز مدت کی بتائی ہوئی باتیں آج ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھہ رہے ہیں کاشکے ہمارے دشمنان بیرونی ومخالفان اندرونی ان پیشگوئیوں پر غور کرتے۔ ہمیں زیادہ تر افسوس تو اپنے مخالفین علماء پر ہے کہ یہ لوگ باوجودیکہ نائب رسول ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں قرآنی نکات اور حدیث کے اشارات کی واقفیت کا دم بھرتے ہیں لیکن پھر بھی ان سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ جو بات سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کی ذات بابرکات کی عزت کا موجب اور آنجناب رسالت مآب کی فضیلت کا باعث ہے اس کو قبول کریں بلکہ صاف صریح صداقتوں سے انکار۔ اور کفر کے فتوے دینے میں تیار۔

افسوس اسے علماء اسلام وفضلائے ملت خیر الانام تعصب اور عناد کو چھوڑو خدا کیواسطے اس نسبت سے موہنہ موڑو اپنی موت کو یاد کرو اور ملک اسلام نہ ویران بلکہ آباد کرو۔ دیکھو جب فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کیلئے رسول خدا افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الکہف پڑھنے کا حکم فرمایا اور فتنہ یاجوج وماجوج کو دیکھکر نہایت خوف سے لا الہ الا اللہ پڑھکر سنایا تو پھر بتاؤ کہ بجز عیسائیوں کے کس قوم نے آفتاب توحید کو آسمان دنیا سے اتار لیا ہے جسکی طرف سورہ کہف کی آخری آیات اور اس حدیث کے کلمہ لا الہ الا اللہ میں اشارہ ہے سوچو اور غور کرو کیونکہ یہ سوچ اور غور کا مقام ہے اب تمہارے سامنے اللہ اور اس کے رسول کا کلام ہے اس کو چھوڑ کر کہاں بھاگتے ہو بچو اس فتنہ سے اگر تم جاگتے ہو آج تمہاری حفاظت کے لئے مسیح علیہ السلام نے نزول کیا مبارک وہ جس نے اس کو قبول کیا اس مخالفت سے باز آؤ کیوں اپنے آپ کو تباہ کرتے ہو اور مخلوق خدا کو گمراہ۔

شرح حدیث جو شارح علیہ الرحمۃ سے رخنہ سد کی نسبت بیان ہے اس سے صاف روشن وعیاں ہے کہ علمائے متقدمین وفضلائے سلف صالحین بھی بعض پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ کو چھوڑ معنے مراد اختیار کرتے رہے بلکہ مضمون۔ پیشگوئی سے جس امر کا ایک خفیف سا تعلق دیکھتے وہ بھی اظہار کرتے رہے مگر آج کل بعض علماء کا یہ دستور ہے کہ اگر کوئی ان سے معنے اختیار کرے تو پھر وہ بچارہ کفر سے چورا چور ہے۔ پیشگوئیوں کو حرف بحرف پورا ہوتے ہوئے دیکھہ رہے ہیں لیکن ابھی ان کے دل میں خیال نہیں کتنے لاکھ مسلمان عیسائی ہوگئے پھر بھی یہ دجال ہیں ہر ملک وشہر میں ان کے لگے گمند ہیں مگر ہمارے بھائیوں کے نزدیک ابھی وہ بند ہیں یاالٰہی تو دلوں کو آلایش بغض سے پاک کر اور دشمنان مسیح کا رونجاک کر تا لوگ تیرے فرستادہ کی قدر کریں اور اس زمانہ کے فتنہ سے خوف وحذر کریں۔ آمین یارب العالمین۔

احقر العباد خاکسار کرم داد از دولمیال